جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

ہجرت ۱۳۸۵ ہش
مئی ۲۰۰۶ء

خلافت نمبر
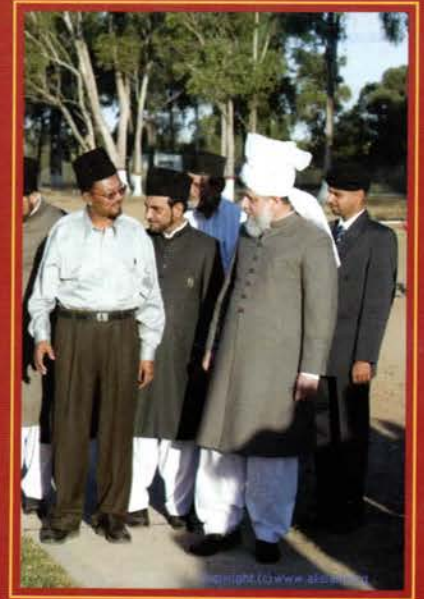
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ آسٹریلیا ۲۰۰۶ء کے چند مناظر

راچسٹر نیویارک جماعت

یومِ مصلح موعود اور مسجد بیت النصیر کی افتتاحی تقریب کے چند مناظر

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (12:65)

مئی 2006

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

"...خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ..."

(مسلم کتاب الامارۃ باب خیار الائمۃ و شرارھم)

"تمہارے بہترین سردار وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں۔"

نگرانِ اعلیٰ: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

فہرس

قرآنِ کریم

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ۝ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ۝

(الشوریٰ:14-15)

اس (اللہ) نے تجھ کو (اصولی طور پر) وہی دین دیا ہے جس کی تاکید اس نے نوح کو کی تھی اور جو ہم نے اب تجھ پر (قرآن کے ذریعہ سے) اتارا ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیم اور موسیٰ کو کی تھی اور وہ یہ تھا کہ (اللہ کی) اطاعت کو دنیا میں قائم کرو، اور اس (دین) کے بارہ میں اختلاف کبھی نہ کیا کرو۔ مشرکوں پر وہ (تعلیم بڑی) گراں گزرتی ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے حالانکہ اللہ کی نظر میں جو پسندیدہ ہوتا ہے وہ اسے اس (دین) کے لئے چُن لیتا ہے اور یہ تعلیم اسی کو ملتی ہے جو خدا کی طرف ہمیشہ جھکا رہتا ہے۔ اور کفّار نے دین کے معاملہ میں اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس ایک کامل علم (یعنی قرآن) آ گیا اور یہ اختلاف انہوں نے (کسی عقلی دلیل کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ) باہمی بغض وحسد کی وجہ سے کیا ہے اور اگر تیرے ربّ کی طرف سے ایک مدّت مقررہ تک کے لئے ایک بات کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان کفار کی تباہی کبھی کی ہو چکی ہوتی اور وہ لوگ جن کو اُن (پہلے لوگوں) کے بعد کتاب کا وارث کیا گیا ہے وہ اس کتاب کی وجہ سے ایک ایسے شک میں مبتلا ہیں جو اُن کے دلوں میں قلق پیدا کر رہا ہے۔

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ كُلَّمَاهَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدِیْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَآءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَآئِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔

(بخاری کتاب المناقب باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔ مسلم و مسند احمد صفحہ297/2)

☆......☆......☆

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل کی سرداری اور حکومت انبیاء کے سپرد ہوتی تھی۔ جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی بھیج دیا جاتا (جو اپنے احکام جاری کرتا) لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں (جو اپنے احکام جاری کرے) بلکہ میرے بعد (میرے ہی احکام کی پیروی کرنے والے) خلفاء ہوں گے اور فساد کے زمانہ میں بعض اوقات ایک سے زیادہ لوگ خلافت کا دعویٰ کرنے والے ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ایسی صورت میں آپؐ کا کیا حکم ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس کی پہلے بیعت کرو اس کی بیعت کے عہد کو نبھاؤ اور اسے اس کا حق دو۔ خود خلفاء اللہ تعالیٰ کے حضور ذمہ دار ہیں وہ ان سے ان کے فرائض کے متعلق پوچھے گا کہ انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح ادا کیا۔

☆......☆......☆

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ۔

(المقاصد حسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة صفحه 286مکتوبات امام ربانی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے علماء (جو ربانی ہیں) بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح (بلند مقام رکھتے) ہیں۔

ملفوظات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’ انسان کامل کو حضرت احدیت کی طرف سے خلافت کا پیرایہ پہنایا جاتا ہے اور رنگ دیا جاتا ہے الوہیت کی صفتوں کے ساتھ اور یہ رنگ ظلی طور پر ہوتا ہے تا مقام خلافت متحقق ہو جائے اور پھر اس کے بعد خلقت کی طرف اترتا ہے تا ان کو روحانیت کی طرف کھینچے اور زمین کی تاریکیوں سے باہر لا کر آسمانی نوروں کی طرف لے جائے اور یہ انسان ان سب کا وارث کیا جاتا ہے جو نبیوں اور صدیقوں اور اہل علم اور درایت میں سے اور قرب اور ولایت کے سورجوں میں سے اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور دیا جاتا ہے اس کو علم اولین کا اور معارف گزشتہ اہل بصیرت و حکمائے ملت کے تا اس کے لئے مقام وراثت کا متحقق ہو جائے پھر یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک جو اس کے رب کے ارادے میں ہے توقف کرتا ہے تا کہ مخلوق کو نورِ ہدایت کے ساتھ منور کرے اور جب خلقت کو اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن کر چکا یا امر تبلیغ کو بقدر کفایت پورا کر دیا پس اس وقت اس کا نام پورا ہو جاتا ہے اور اس کا رب اس کو بلاتا ہے اور اس کی روح اس کے نقطہ نفسی کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔‘‘

(اردو ترجمہ از خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 39-41)

’’ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔ اس واسطے رسول کریم ﷺ نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کیلئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔‘‘

(شہادت القرآن ، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 355)

’’ دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین نبیین و آئمہ و اولیاء خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آ جائیں۔ اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آ جائیں۔‘‘

(سبز اشتہار روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 462)

کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شانِ اسلام

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج　　پر دیکھتے نہیں ہیں دُشمن بلا یہی ہے

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا　　نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے

جو ہو مفید لینا جو بد ہو اُس سے بچنا　　عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے

ملتی ہے بادشاہی اس دیں سے آسمانی　　اے طالبانِ دولت! ظِلِّ ھما یہی ہے

سب دیں ہیں اک فسانہ شرکوں کا آشیانہ　　اُس کا ہے جو یگانہ چہرہ نما یہی ہے

سَو سَو نشاں دکھا کر لاتا ہے وہ بُلا کر　　مجھ کو جو اُس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے

کرتا ہے معجزوں سے وہ یارِ دیں کو تازہ　　اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے

یہ سب نشاں ہیں جن سے دیں اب تلک ہے تازہ　　اے گرنے والو دوڑو دیں کا عصا یہی ہے

کس کام کا وہ دیں ہے جس میں نشاں نہیں ہے　　دیں کی مرے پیارو! زرّیں قبا یہی ہے

اک ہیں جو پاک بندے اک ہیں دلوں کے گندے　　جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے

پاکوں کو پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی　　پر ان سیہ دلوں کا شیوہ سدا یہی ہے

لیکھو کی بدزبانی کارَد ہوئی تھی آخر　　پھر بھی نہیں سمجھتے حُمق و خطا یہی ہے

اپنے کیے کا ثمرہ لیکھو نے کیسا پایا　　آخر خُدا کے گھر میں بَد کی سزا یہی ہے

نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا　　کُتّوں سا کھولنا مُنہ تخمِ فنا یہی ہے

احوال کیا کہوں میں اس غم سے اپنے دل کا　　گویا کہ ان غموں کا مہماں سرا یہی ہے

دنیا میں گرچہ ہوگی سو قسم کی برائی　　پاکوں کی ہتک کرنا سب سے بُرا یہی ہے

غفلت پہ غافلوں کے روتے رہے ہیں مُرسل　　پر اس زماں میں لوگو! نوحہ نیا یہی ہے

ہم بد نہیں ہیں کہتے ان کے مقدّسوں کو　　تعلیم میں ہماری حکمِ خُدا یہی ہے

ہم کو نہیں سکھاتا وُہ پاک بد زبانی
تقویٰ کی جڑھ یہی ہے صدق و صفا یہی ہے

خطبہ جمعہ

دعوت الی اللہ کا کام ایک مستقل کام ہے

ہر احمدی اپنے لئے فرض کرلے کہ اس نے سال میں کم از کم ایک یا دو دفعہ ایک یا دو ہفتے تک اس کام کے لئے وقف کرنا ہے

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے تبلیغ و دعوت الی اللہ کی طرف پوری سنجیدگی سے خصوصی توجہ دینے کی تاکید اور نہایت اہم نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 4؍جون 2004 بمطابق 4؍احسان 1383 ہجری شمسی بمقام نن سپیٹ۔ ہالینڈ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

مَنْ اَحْسَنُ مِمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
(سورۃ حٰم سجدہ: 34)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جو بات پسند ہے وہ یہ ہے کہ اس کی مخلوق شیطان کے چنگل سے نکل کر اس کی عبادت بجالانے والی ہو۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کھلی چھٹی دے دی، ٹھیک ہے تم میرے بندوں کو ورغلانے کی کوشش کرنا چاہتے ہو تو کرتے رہو، ان کو نیکی کی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرنا چاہتے ہو تو کرتے رہو لیکن ساتھ یہ فرمادیا کہ میرے بندے جو نیکی پر قائم رہیں گے ان کو نیکی پر قائم رکھنے کے لئے میرے انبیاء دنیا میں آتے رہیں گے اور ان کے ماننے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو میری عبادت بجالانے والے ہوں اور میری طرف جھکنے والے ہوں اور مخلوق کو میری طرف لانے کا فریضہ انجام دینے والے ہوں گے۔ اور فرمایا کہ یہی لوگ ہیں نیکیوں پر قائم رہنے والے جو فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور یہی لوگ ہیں جو اپنی جنتوں کے وارث ہوں گے جو لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنے والے ہوں گے، اور عبادات بجالانے والے ہوں گے اور نیک اعمال بجالانے والے ہوں گے۔ اور اس درد کے ساتھ نیکی کی تلقین کرنے والے اور نیکیوں پر قائم رہنے والے ہوں گے کہ اے شیطان! تو ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ لیکن کیونکہ زبردستی کوئی نہیں ہے اس لئے ایسے بھی لوگ ہوں گے جو شیطان کے بہکاوے میں آجائیں گے، شیطان کی پیروی کر رہے ہوں گے۔ اور یہ لوگ نور کو چھوڑ کر ظلمات کی طرف جانے والے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ پھر آگ ہوگا۔ اور فرمایا کہ میں انہیں ضرور آگ میں ڈالوں گا۔

تو یہ دو قسم کے گروہ ہیں ایک اللہ کی عبادت کرنے والے اور ایک شیطان کے بہکاوے میں آنے والے اور اللہ کی عبادت کرنے والے وہ ہیں جو درد کے ساتھ لوگوں کو بھی اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم احمدیوں پر یہ انعام اور احسان بھی فرمایا ہے کہ اس نے ہمیں اس گروہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی جو تمام انبیاء پر یقین رکھنے والا اور ان پر ایمان لانے والا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل فرمایا اور پھر یہ بھی انعام فرمایا کہ اس ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور عاشق کامل علیہ السلام کی جماعت میں بھی شامل فرمادیا اور اس لحاظ سے ہم اپنے آپ کو جتنا بھی خوش قسمت سمجھیں کم ہے اور اس احسان پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ لیکن واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہم پر ایک ذمہ داری بھی ڈالتا ہے کہ جس قیمتی خزانے کو تم نے حاصل کیا ہے، جس لعل بے بہا کو تم نے پالیا ہے اس کو اپنے تک محدود نہیں رکھنا بلکہ اس خزانے کو اور ان خزائن کو جو ہزاروں سال سے مدفون تھے، ان خزانوں کو جن کو حاصل کرنے کے بعد انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے، دوسروں تک بھی پہنچائیں، انہیں بھی شیطان کے چنگل سے آزاد کروائیں، اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے بنائیں۔ اور اس حدیث پر عمل کرنے والے ہوں کہ جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کرو۔ ان کو بھی اس میں سے حصہ دو، اس خزانے کو، اس گہر نایاب کو دبا کر ہی نہ بیٹھ جاؤ بلکہ اس کو دنیا کے ہر شخص تک پہنچاؤ۔ مسلمانوں کو بھی پہنچاؤ کہ وہ بھولے بیٹھے ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ کب کوئی مہدی اور مسیح آتا ہے اور ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور اسی انتظار میں وہ دجال کے دجل کے نیچے دبتے چلے جا رہے ہیں اور نقصان اٹھاتے چلے جا رہے ہیں۔ ہر طرف سے ان پر سختیاں ہیں۔ کچھ ان کو سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ مسلمان اپنے ملکوں میں بھی آزادی سے سانس لینے کے حقدار نہیں ہیں۔ اپنے ملکوں میں بھی وہ وہی کچھ کرنے پر مجبور ہیں جو دجال ان سے کروانا چاہتا ہے۔ پھر جیسا کہ میں نے کہا یہ مسلمان خود غرض ملّاؤں اور دجالی قوتوں کے پنجے میں پھنس کے ظلم کی چکی میں اس طرح پس رہے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور ان ہوس پرست مُلّاؤں نے انہیں دین سے بھی دور کر دیا ہے اور مسلمان کہلانے کے باوجود خدا تعالیٰ کی تعلیم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے بھی دُور جا چکے ہیں۔ لیکن ایک احمدی کو کیونکہ عمومی طور پر انسانیت سے ہمدردی بھی ہے اور پھر مسلمانوں سے تو خصوصی طور سے ہمدردی ہونی چاہیئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ہیں۔ ہم پر فرض بنتا ہے کہ ان کو ان اندھیروں سے نکالیں، ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں کہ مسیح اور مہدی کی جماعت میں شامل ہو جاؤ تو فلاح پاؤ گے۔

اسی طرح عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں کو بھی اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچائیں۔ ایک درد کے ساتھ ان کے لئے دعائیں کریں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بنائیں۔ دنیا میں تیزی سے تباہی آ رہی ہے اور بڑی تیزی سے تباہی کی طرف دنیا بڑھ رہی ہے۔ اس کی نزاکت کے پیش نظر ہمیں اس طرف بہت توجہ دینی چاہیئے۔ تبھی ہم اللہ تعالیٰ کی نظروں میں بہترین ٹھہر سکتے ہیں، تبھی ہم خیر امت ہونے کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

اپنی امت کے کسی شخص کے ذریعے کسی دوسرے شخص کے ہدایت پا جانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بخدا تیرے ذریعے ایک آدمی کا ہدایت پا جانا، تیرے لئے اعلیٰ درجہ کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے زیادہ بہتر ہے۔

(مسلم کتاب الفضائل۔ باب فضائل علی بن ابی طالب)

سرخ اونٹ اس زمانے میں بڑی قدر و قیمت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جس طرح اس زمانے میں بڑی بڑی کاریں ہیں یا شاید اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ اس زمانے میں سفر کا ذریعہ خاص طور پر ریگستان میں، اور وہ ریگستانی علاقہ ہی تھا اونٹ ہی ہوتا تھا۔ تو فرمایا کہ دنیاوی لحاظ سے جو ایک اعلیٰ معیار ہے کسی انعام کا اس سے بڑھ کر کسی کی ہدایت کا باعث بن کر کسی کو سیدھے راستے پر لا کر تم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے اور اس کی برکتوں کے مورد ہو گے۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والے کا دنیاوی نظر سے بھی کوئی مقابلہ نہیں ہے، کوئی موازنہ نہیں ہے۔ انسان کی سوچ سے ہی باہر ہے، اس لئے اس طرف بہت توجہ کریں۔ آپ لوگ جوان ملکوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں بھی فرض بنتا ہے کہ اسلام کی تعلیم کو پہنچائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اس تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ19جدید ایڈیشن)

دیکھیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت میں یہ پیغام پہنچانے کا کس قدر جوش پایا جاتا ہے۔ پس ہمیں بھی اپنی ترجیحات کو بدلنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کے معاملہ میں سنجیدہ ہونا چاہیئے۔ تبھی ہم آپؑ کی بیعت میں شامل ہونے کے دعوے میں سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔

آج جہاد کے لئے ہمیں تلوار چلانے کے لئے نہیں بلایا جا رہا۔ آج ہمیں تیروں کی بوچھاڑ کے آگے کھڑے ہو کر اسلام کا دفاع کرنے کے لئے نہیں کہا جا رہا۔ آج ہمیں توپ کے گولوں کے آگے کھڑے ہونے کے لئے نہیں کہا جا رہا۔ آج ہم سے جو مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اپنے مالوں کو بھی دین کی راہ میں خرچ کرو، اور اپنے وقت کو بھی دین کی راہ میں خرچ کرو۔ آج ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی حسین تعلیم کے وہ بے بہا خزانے دے دیئے ہیں جن کی مدد سے ہم دلائل کے ذریعہ سے دشمن کا منہ بند کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ ان دلائل کے سامنے آج نہ کوئی عیسائی ٹھہر سکتا ہے نہ یہودی، نہ ہندو اور نہ کوئی اور۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا ان دلائل کے ذریعے سے ہی ہم معصوم مسلمان امت کو بھی مفاد پرست اور خودغرض اور نام نہاد علماء کے چنگل سے آزاد کروا سکتے ہیں جن کا کام صرف فتنہ پیدا کرنا اور فساد پیدا کرنا ہے۔ اور اب تو ان کے اپنے اخبار یہ کہہ رہے ہیں، سب کچھ لکھ رہے ہیں، روزانہ کے اخبار ان باتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ اور اللہ کے نام پر مُلّاں کا فساد زبانِ زدِ عام ہو چکا ہے خواہ پاکستان ہو یا بنگلہ دیش ہو یا ہندوستان ہو یا اور کوئی اسلامی ملک ہو، ہر جگہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم سے دُور ہٹایا جا رہا ہے اور مفاد پرست فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اب گزشتہ کچھ عرصہ سے بنگلہ دیش میں بھی ایک بڑا فساد پیدا ہوا ہوا ہے۔ لیکن بنگلہ دیش کے عوام میں اس وقت باقی ملکوں کی نسبت سب سے زیادہ شرافت نظر آتی ہے اور اسی طرح اخبارات میں بھی کہ وہ مُلّاں کے خدا کے نام پر اس فساد کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے اور اگلا جرأتمندانہ قدم بھی اٹھانے کی توفیق دے اور ان کو اس قابل بنائے کہ اس زمانے کے امام کو بھی پہچان سکیں۔

اب تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دنیا کے کونے کونے میں اپنا پیغام پہنچانے کے لئے ذریعہ اور وسیلہ بھی مہیا کر دیا ہے۔ آج مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ سے 24 گھنٹے یہی کام ہو رہا ہے، 24 گھنٹے اس کام کے لئے وقف ہیں۔ پس اگر اپنے علم میں کمی بھی ہو تو اس کے ذریعہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ضرورت توجہ کی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں بے چینی پیدا ہو چکی ہے۔ پس ہمیں بھی اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ وسائل بھی میسر ہیں۔ اس لئے درخواست ہے کہ توجہ کریں۔ دنیا میں ہر احمدی اپنے لئے فرض کر لے کہ اس نے سال میں کم از کم ایک یا دو ہفتے تک اس کام کے لئے وقف کرنا ہے۔ یہ میں ایک یا دو دفعہ کم از کم اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جب ایک رابطہ ہوتا ہے تو دوبارہ اس کا رابطہ ہونا چاہیئے اور پھر نئے میدان بھی مل جاتے ہیں۔ اس لئے اس بارے میں پوری سنجیدگی کے ساتھ تمام طاقتوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہر ایک کو پیش کرنا چاہیئے۔ چاہے وہ ہالینڈ کا احمدی ہو یا جرمنی کا ہو۔ یا بیلجیئم کا ہو یا فرانس کا ہو یا یورپ کے کسی بھی ملک کا ہو یا دنیا کے کسی بھی ملک کا ہو چاہے گھانا کا ہو افریقہ میں یا بورکینا فاسو کا ہو، کینیڈا کا ہو یا امریکہ کا ہو یا ایشیائی کسی ملک کا ہو، ہر ایک کو اب اس بارے میں سنجیدہ ہونا چاہیئے اگر دنیا کو تباہی سے بچانا ہے۔ ہر ایک کو ذوق اور شوق کے ساتھ اس پیغام کو پہنچائیں، اپنے ہم وطنوں کو اپنے اس پیغام کو پہنچائیں، اور جیسا کہ میں نے کہا دنیا کو تباہی سے بچائیں کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے بغیر کوئی قوم بھی محفوظ نہیں۔ اس لئے اب ان کو بچانے کے لئے داعیان الی اللہ کی مخصوص تعداد یا مخصوص ٹارگٹ حاصل کرنے کا وقت نہیں ہے۔ یا اسی پہ گزارا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اب تو جماعتوں کو ایسا پلان کرنا چاہیئے، جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہر

شخص، ہر احمدی اس پیغام کو پہنچانے میں مصروف ہو جائے۔ اور آپ لوگ جہاں اس کام سے دنیا کو فائدہ پہنچا رہے ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کر رہے ہوں گے وہاں آپ کو بھی فائدہ ہوگا۔ اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچا رہے ہوں گے اور ثواب بھی حاصل کر رہے ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ ثواب اس پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ اور جو شخص کسی برائی اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے اس کو بھی اس قدر گناہ ہوتا ہے جس قدر اس برائی کرنے والے کو ہوتا ہے۔

(مسلم کتاب العلم باب من سن حسنة او سیئة)

تو دیکھیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اظہار کس طرح اپنے بندوں کو اپنی طرف بلانے والوں کو ثواب پہنچا رہا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’انسان اگر چاہتا ہے کہ اپنی عمر بڑھائے اور لمبی عمر پائے تو اس کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے، خالص دین کے واسطے اپنی عمر کو وقف کرے۔ یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ نہیں چلتا۔ جو اللہ تعالیٰ کو دغا دیتا ہے وہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو دھوکہ دیتا ہے وہ اس کی پاداش میں ہلاک ہو جاوے گا۔

پس عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمۃ الاسلام میں مصروف ہو جاوے اور خدمت دین میں لگ جاوے اور آج کل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے، یہ یونہی چلی جاتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 563 جدید ایڈیشن)

پس اگر اپنی عمروں میں برکت ڈالنی ہے، اللہ کے فضلوں کا وارث بننا ہے تو دنیا کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پیغام پہنچا دیں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

’’اے تمام لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور تمام وہ انسانی رُوحو جو مشرق و مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 141)

اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک سچی تڑپ کے ساتھ نوع انسانی کی سچی ہمدردی اور امت محمدیہ کے ساتھ محبت کے جذبے کے تحت حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یہ پیغام دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے والا ہو اور ہم اُسے پہنچاتے چلے جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آج کل، جیسا کہ پہلے میں نے کہا، ایم ٹی اے کا بھی ایک ذریعہ نکال دیا ہے، اپنے دوستوں کو اس سے متعارف بھی کرانا چاہیئے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ پیغام پہنچانے کے، تبلیغ کرنے بھی کوئی طریقے، سلیقے ہوتے ہیں۔ اس سچی تڑپ اور جوش اور جذبے کے ساتھ حکمت اور دانائی کا پہلو بھی مدنظر رہنا چاہیئے۔ حکمت کے ساتھ اس پیغام کو پہنچانا چاہیئے تاکہ دنیا پر اثر بھی ہو اور جس نیت سے ہم پیغام پہنچا رہے ہیں وہ مقصد بھی حاصل ہو، نہ کہ دنیا میں فساد پیدا ہو۔ اس لئے اس قرآنی آیت کو اس معاملے میں ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ فرمایا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّکَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَo

(النحل:126)

یعنی اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا ربّ ہی اسے، جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو، سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

پس جومختلف ذرائع ہیں ان کو استعمال کریں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا۔لیکن مختلف لوگوں کی مختلف طبائع ہوتی ہیں ان طبائع کے مطابق ان کو نصیحت ہونی چاہیئے، ان کو تبلیغ ہونی چاہیئے۔اگر ایسی صورت پیدا ہوجائے جہاں فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتو دعائیں کرتے ہوئے کیونکہ اصل چیز تو دعا ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچتی ہے تو اللہ سے دعائیں کرتے ہوئے اس سے مدد مانگتے ہوئے ایسی جگہوں سے بچنا چاہیئے، اٹھ جانا چاہیئے عارضی طور پر۔لیکن یہ نہیں ہے کہ ان لوگوں کے لئے دعائیں کرنی بند کردیں بلکہ ان لوگوں کی ہدایت کیلئے مسلسل اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جسے نصیحت کرنی ہو اسے زبان سے کرو۔ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرائے میں دوست بنادیتی ہے۔پس

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔

کے موافق اپنا عمل درآمد رکھو۔اسی طرز کلام ہی کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے۔چنانچہ فرماتا ہے:

یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ

(البقرۃ:270)

(الحکم جلد 7 نمبر9 مورخہ 10 /مارچ1903صفحہ8)

جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ حکمت بھی اسے میسر آتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے اس لئے داعی الی اللہ کو ایک تبلیغ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے آگے بہت جھکنے والا اور اس سے ہر وقت مدد مانگنے والا ہونا چاہیئے۔جب ہم اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے واسطے سے ہی سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔اس لئے دعوت الی اللہ کرنے سے پہلے بھی دعائیں کریں۔اس دوران میں بھی دعائیں کریں اور ہمیشہ بعد میں بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہی جھکتے رہنا چاہیئے۔

اور اس سے حکمت اور دانائی اور اس کا فضل ہمیشہ طلب کرتے رہنا چاہیئے اور جب اس طرح کام کو شروع کریں گے تو انشاء اللہ بے انتہا برکت پڑے گی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''مجادلہء حسنہ کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب مداہنت نہیں ہے۔یعنی خوشامدانہ طور پر بزدلی سے بات چھپائی جائے یہ نہیں ہے۔بلکہ حکمت جرأت کے ساتھ بھی ہونی چاہیئے۔فرمایا کہ: آیت وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔کا یہ منشاء نہیں ہے کہ ہم اس قدر نرمی کریں کہ مداہنہ کر کے خلاف واقعہ بات کی تصدیق کرلیں۔کیا ہم ایسے شخص کو جو خدائی کا دعویٰ کرے اور ہمارے رسولؐ کو پیشگوئی کے طور پر کذّاب قرار دے (نعوذ باللہ) اور حضرت موسیٰؑ کا نام ڈاکو رکھے (نعوذ باللہ)۔راست باز کہہ سکتے ہیں؟'' فرمایا ''کیا ایسا کرنا مجادلہء حسنہ ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ منافقانہ سیرت اور بے ایمانی کا شعبہ ہے۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد15 صفحہ305حاشیہ)

بعض لوگ بعض دفعہ ماحول کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ہر بات میں ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں کہ وقت کا تقاضا تھا، ہم سمجھتے تھے کہ اس وقت ہاں میں ہاں ملانے سے ان لوگوں کے ہمارے ساتھ ملنے کے امکانات زیادہ ہیں تو یہ غلط طریق ہے۔یہ بزدلی ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی کمی ہے۔اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ دلوں کو تو میں نے بدلنا ہے۔تمہارا کام صرف پیغام پہنچانا ہے۔اس لئے ایسے موقعوں پر بھی جرأت کا اظہار کرتے ہوئے کہ یہ غلط باتیں ہیں وہاں سے اٹھ جانا چاہیئے۔اور ان لوگوں کا معاملہ پھر خدا پہ چھوڑ نا چاہیئے۔حضرت علیؓ کا قول ہے آپ نے فرمایا دلوں کی کچھ خواہشیں اور میلان ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ کسی وقت بات سننے کے لئے تیار رہتے ہیں اور کسی وقت اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔اس لئے لوگوں کے دلوں میں ان میلانات کے تحت داخل ہو کر اسی وقت اپنی بات کہا کرو جب کہ وہ سننے کے لئے تیار ہوں۔اس لئے کہ دل کا حال یہ ہے کہ جب اس کو کسی بات پر مجبور کیا جائے تو اندھا ہوجاتا ہے یعنی بعض دفعہ لوگ بات کو قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔تو اس قول پر عمل کرنے کے لئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس سے بھی آپکا رابطہ ہو رہا ہے جس کو بھی آپ نے تبلیغ کرنی ہے اس سے ذاتی تعلق اور رابطے کی شکل میں

قائم رہنا چاہیئے ۔اور موقع کے لحاظ سے موقع پا کر کبھی کبھی بات چھیڑ دینی چاہیئے جس سے اندازہ ہو کہ یہ لوگوں پر اثر کرے گی۔بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے یا تو بزدلی دکھادی یا پھر جوش میں پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں اور موقع ومحل کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔اس سے جو تھوڑا بہت تعلق پیدا ہوا ہوتا ہے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔اور جس کو آپ تبلیغ کر رہے ہیں اس کو بالکل ہی پرے دھکیل دیتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ بعض طبیعتیں ہوتی ہیں جن کا ذاتی میلان یا رجحان ہی دین کی طرف نہیں ہوتا۔اس کو اگر شروع میں ہی تبلیغ شروع کر دی جائے تو ان کا تو اس سے کوئی تعلق ہی نہیں وہ تو لا مذہب لوگ ہیں، وہ تو بعض خدا پر بھی یقین کرنے والے نہیں ہوتے۔اپنے مذہب سے جو ان کا بنیادی مذہب ہے اس سے بھی دور ہٹے ہوئے ہوتے ہیں اور مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تو وہ ہماری بات کیسے سنیں گے۔پہلے تو بات یہ ہے کہ ان کو مذہب پر یقین پیدا کروانا ہوگا، پہلے ان کو خدا کی پہچان کروانی ہوگی۔جب اس طرز پر باتیں ہوں گی تو نہ صرف ایک شخص جس کو آپ تبلیغ کر رہے ہیں اس پر اثر ہوگا بلکہ ماحول پر بھی اثر ہو رہا ہوگا۔اور ماحول میں بھی یہ اظہار ہو رہا ہوگا کہ یہ شخص خدا کا خوف رکھنے والا ہے اور خدا کی خاطر ہر کام کرنے والا ہے اور خدا کی خاطر خدا کی طرف بلانے والا ہے۔اس میں ایک درد ہے کہ خدا تعالیٰ کے بندے اس کے آگے جھکیں اور یہ کسی ذاتی مفاد کے لئے کام نہیں کر رہا۔اس بات سے کہ جو کچھ بھی ہے خدا تعالیٰ کی خاطر ہے اس کا ماحول پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے اور دعوت الی اللہ کے اور بھی مواقع میسر آجاتے ہیں اور اس میں مزید آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’ہمارے لوگ مخالفین سے سختی سے پیش نہ آیا کریں۔ان کی درشتی کا نرمی سے جواب دیں اور ملاطفت سے سلوک کریں۔چونکہ یہ خیالات مدّت مدید سے ان کے دلوں میں ہیں رفتہ رفتہ ہی دور ہوں گے۔اس لئے نرمی سے کام لیں۔ اگر وہ سخت مخالفت کریں تو اعراض کریں۔مگر اس بات کے لئے اپنے اندر قوّت جاذبہ پیدا کرو اور قوّت جاذبہ اس وقت پیدا ہوگی جب تم صادق مومن بنو گے۔‘‘

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ232)

اپنی طرف کھینچنے کے لئے،ایک کشش پیدا کرنے کے لئے لوگ آپ کی طرف کھینچے چلے آئیں فرمایا کہ سچے مومن بنو گے جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیئے ہیں ان کو بجالانے کی کوشش کرو گے تب اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال رہے گی اور لوگوں پر بھی اثر ہوگا۔اب دیکھیں کہ عیسائی پادری تبلیغ کرتے ہیں اکثر و بیشتر ایسے ہمدرد بن کے اپنی طرف مائل کر رہے ہوتے ہیں کہ لوگوں کو ان کی طرف رجحان ہو جاتا ہے۔خاص طور پر افریقہ میں بڑی ہمدردی سے لوگوں کے ساتھ پیش آرہے ہوتے ہیں۔دل میں جو مرضی ہو یہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن ظاہری طور پر گاؤں میں جا کے ہمدردی کر رہے ہوتے ہیں، ان کی ضروریات کو پورا کر رہے ہوتے ہیں، ان کو پیغام پہنچا رہے ہوتے ہیں۔اور یہ سب کچھ وہ ایک جھوٹے مقصد کے لئے کر رہے ہوتے ہیں جبکہ اصل سچائی ہمارے پاس ہے۔ ہمیں تو اس طرف بہت زیادہ توجہ دینی چاہیئے تا کہ انسانیت کو تباہی سے بچایا جاسکے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تبلیغ کے طریقے بتاتے ہوئے کہ کس طرح گفتگو کرنی چاہیئے فرماتے ہیں کہ:

’’دنیا میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔عوام، متوسط درجے کے، امراء۔عوام عموماً کم فہم ہوتے ہیں‘‘۔ان کو اتنا دین کا علم وغیرہ بھی نہیں ہوتا، سمجھ بھی نہیں ہوتی۔’’ان کی سمجھ موٹی ہوتی ہے اس لئے ان کو سمجھانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ امراء کے لئے سمجھانا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ نازک مزاج ہوتے ہیں اور جلد گھبرا جاتے ہیں۔اور ان کا تکبر اور تعلّی اور بھی سدّ راہ ہوتی ہے۔‘‘ ایک تو ان کو اپنی دنیاوی پوزیشن کا بڑا خوف ہوتا ہے۔دوسرے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگ جاتے ہیں’’اس لئے ان سے گفتگو کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ ان کے طرز کے موافق ان سے کلام کرے یعنی مختصر مگر پورے مطلب کو ادا کرنے والی تقریر ہو۔ قَلَّ وَدَلَّ مگر عوام کو تبلیغ کرنے کے لئے تقریر بہت ہی صاف اور عام فہم ہونی چاہیئے۔رہے اوسط درجے کے لوگ، زیادہ تر یہ گروہ اس قابل ہوتا ہے کہ ان کو تبلیغ کی جاوے۔وہ بات کو سمجھ سکتے ہیں اور ان کے مزاج میں وہ تعلّی اور تکبر اور نزاکت بھی نہیں ہوتی جو امراء کے مزاج میں ہوتی ہے۔اس لئے ان کو سمجھانا بہت مشکل نہیں ہوتا۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ162,161جدید ایڈیشن)

پھر آپؑ نے فرمایا چاہیے کہ:

''جب کلام کرے تو سوچ کر اور مختصر کام کی بات کرے۔ بہت بحثیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ پس چھوٹا سا چٹکلہ کسی وقت چھوڑ دیا جو سیدھا کان کے اندر چلا جائے۔ پھر کبھی اتفاق ہو تو پھر سہی۔ غرض آہستہ آہستہ پیغام حق پہنچاتا رہے اور تھکے نہیں۔ کیونکہ آج کل خدا کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق کو لوگ دیوانگی سمجھتے ہیں۔ اگر صحابہؓ اس زمانے میں ہوتے تو لوگ انہیں سودائی کہتے اور وہ انہیں کافر کہتے۔ دن رات بیہودہ باتوں اور طرح طرح کی غفلتوں اور دنیاوی فکروں سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ بات کا اثر دیر سے ہوتا ہے۔ ایک شخص علی گڑھی غالباً تحصیل دار تھا میں نے اس کو کچھ نصیحت کی۔ وہ مجھ سے ٹھٹھا کرنے لگا۔ میں نے دل میں کہا میں بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑنے کا۔ آخر باتیں کرتے کرتے اس پر وہ وقت آ گیا کہ وہ یا تو مجھ پر تمسخر کر رہا تھا یا چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ بعض اوقات سعید آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شقی ہے۔'' یعنی ظالم ہے سنگدل ہے تو ''یاد رکھو ہر قفل کے لئے ایک کلید ہے'' ایک چابی ہے۔ ''بات کے لئے بھی ایک چابی ہے۔ وہ مناسب طرز ہے۔'' پھر آپؑ دواؤں کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی مریض کو کوئی دوا مفید ہوتی ہے اور کسی کو کوئی تو اس لحاظ سے دواء بھی دینی چاہیئے۔ پھر فرمایا ''ایسے ہی ہر ایک بات ایک خاص پیرائے میں خاص شخص کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں کہ سب سے یکساں بات کی جائے۔ بیان کرنے والے کو چاہیئے کہ کسی کے بُرا کہنے کو برا نہ منائے بلکہ اپنے کام کئے جائے اور تھکے نہیں۔ امراء کا مزاج بہت نازک ہوتا ہے اور وہ دنیا سے غافل بھی ہوتے ہیں۔ بہت باتیں سن بھی نہیں سکتے۔ انہیں کسی موقع پر کسی پیرائے میں نہایت نرمی سے نصیحت کرنی چاہیئے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ441 جدید ایڈیشن)

پھر تبلیغ کرنے والوں کے لئے ایک اور آسان نسخہ بیان فرمایا کہ:

''اس کام کے واسطے وہ آدمی موزوں ہوں گے جو کہ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ کے مصداق ہوں۔ ان میں تقویٰ کی خوبی بھی ہو اور صبر بھی ہو۔ پاکدامن ہوں، فسق و فجور سے بچنے والے ہوں، معاصی سے دور رہنے والے ہوں لیکن ساتھ ہی مشکلات پر صبر کرنے والے ہوں۔ لوگوں کی دشنام دہی پر جوش میں نہ آئیں۔ ہر طرح کی تکلیف اور دکھ کو برداشت کر کے صبر کریں۔ کوئی مارے بھی تو مقابلہ نہ کریں جس سے فتنہ و فساد ہو جائے۔ دشمن جب گفتگو میں مقابلہ کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے جوش دلانے والے کلمات بولے جس سے فریق مخالف صبر سے باہر ہو کر اس کے ساتھ آمادہ بہ جنگ ہو جائے۔'' (یعنی لڑائی کی صورت پیدا ہو جائے)۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ318جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس میں یہی مسلسل فرمایا کہ تھکنا نہیں۔ دعوت الی اللہ کا کام ایک مستقل کام ہے، مستقل مزاجی سے لگے رہنے والا کام ہے اور یہ نہیں ہے کہ ایک رابطہ کیا یا سال کے آخر میں دو مہینے اپنے ٹارگٹ پورے کرنے کے لئے وقف کر دیئے۔ بلکہ سارا سال اس کام پہ لگے رہنا چاہیئے اور اس طرف توجہ دیتے رہنا چاہیئے۔ اور جس آدمی کو پکڑیں اس کا پتہ لگ جاتا ہے کس مزاج کا ہے۔ جو بھی آپ کے رابطے ہوتے ہیں پھر مسلسل اس سے رابطہ ہو۔ آخر ایک وقت ایسا آئے گا یا تو آپ کو اس کے بارے میں پتہ لگ جائے گا کہ اس کا دل سخت ہے اور وہ ایسی زمین ہی نہیں جس پہ کوئی چھینٹا بارش کا اثر کر سکے کوئی نیکی کا اثر اس پر ہو تو اس کو تو آپ چھوڑیں۔ لیکن بہت سارے ایسے ہیں جو آپ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے اس عمل کو مسلسل جاری رہنا چاہیئے اور سو نہیں جانا چاہیئے کہ جی کام سال کے آخر میں کر لیں گے۔

پھر جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں ان میں ایک بہت بڑی خوبی جس کی ضرورت ہے اور جس کے بغیر نہ جوش کام آ سکتا ہے نہ تبلیغ کے لئے کسی قسم کا کوئی شوق کام آ سکتا ہے، نہ تبلیغ کے طریقوں میں حکمت، دانائی اور علم کام آ سکتا ہے وہ جو سب سے ضروری چیز ہے وہ ہے عمل۔ اس لئے میں نے جو پہلی آیت تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی تعریف کر کے یہ بھی فرمایا کہ صرف وہ نیکی کی طرف بلاتے ہی نہیں ہیں بلکہ نیک اعمال خود بھی بجا لانے والے ہیں۔ ان کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ وہ خود کچھ کر رہے ہوں اور لوگوں کو کچھ کہہ رہے ہوں۔ اور جب ان کا قول و فعل ایک جیسا ہو گا تو تبھی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ بات کہنے کے بھی حقدار ہوں گے کہ ہم کامل فرمانبرداروں میں سے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تو غیب کا علم جانتا ہے۔ وہ تو ہمارے سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کا خوب علم رکھتا ہے۔ ہر بات اس کے علم میں ہے۔ اگر ہمارے قول و فعل میں تضاد ہو گا تو وہ فرمائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم کامل فرمانبرداروں میں نہیں ہو کیونکہ تمہارے قول و فعل میں تضاد ہے۔ کہتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ اس لئے ایمان لانے والوں کو دوسری جگہ

اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت فرمائی کہ:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَO کَبُرَ مَقْتًاعِنْدَاللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَO

(الصف:4,3)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہوتم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کو تو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔لوگوں کی آنکھوں میں تو دھول جھونکی جاسکتی ہے۔ اپنی ظاہری پاکیزگی کا اظہار کر کے لوگوں سے تو واہ واہ کروائی جاسکتی ہے۔لوگوں کو تو علم نہیں ہوتا، نیکی کا ظاہری تأثر لے کر وہ کسی کو عہدیدار بنانے کے لئے ووٹ بھی دے دیتے ہیں اور عہدیدار بن بھی جاتے ہیں۔ پھر بڑھ بڑھ کر داعیان میں اپنے نام بھی لکھوا لیتے ہیں۔لیکن اس کا فائدہ کیا ہوگا۔ کیونکہ تمہارے قول و فعل میں تضاد ہوگا اس وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں گنہگار ہوگے۔ فائدہ کی بجائے الٹا نقصان ہے۔اس لئے ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ کام میں برکتیں بھی اس وقت پڑتی ہیں۔ جب نیتیں صاف ہوں۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اسلام کی حفاظت اور سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے سب سے اول تو وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کو دنیا میں پھیلاؤ۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ615جدید ایڈیشن)

تو ہر داعی الی اللہ کو، ہر تبلیغ کرنے والے کو، ہر واقف زندگی کو، ہر عہدیدار کو اور کیونکہ دنیا کی نظر ایک جماعت کی حیثیت سے جماعت کے ہر فرد پر ہے۔اس لئے ہر احمدی کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا ایک نمونہ بننے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ اللہ تعالیٰ دعوت الی اللہ کے میدان میں بھی ہماری مدد فرمائے اور ہماری زندگیوں میں بھی اس کے فضل کے آثار ظاہر ہوں۔ جب یہ عملی نمونے ہم دکھانے شروع کر دیں گے اور دکھانے کے قابل ہو جائیں گے اور ہر شخص خواہ وہ کسی عمر کا ہو اور کسی پیشے سے تعلق رکھتا ہو، اپنے ماحول میں اس پاک تبدیلی کے ساتھ تبلیغ میں جُت جائے گا تو تب ہی ہم اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اور احمدیت کے جھنڈے کو جلد از جلد دنیا میں گاڑ سکتے ہیں۔

ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

''اپنے پائے اور اپنے طبقے کے لوگوں کو احمدی بنائیں۔ زمیندار زمیندار کو احمدی بنائیں۔وکیل وکیل کو، ڈاکٹر ڈاکٹر کو، انجینیئر انجینیئر وں کو، پلیڈر پلیڈروں کو۔ اسی طرح چند سالوں میں ایسا عظیم الشان تغیر پیدا کیا جاسکتا ہے کہ طوفان نوح بھی اس کے سامنے مات ہو جائے۔''

(الفضل15/فروری1929)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینے کی کیا حالت ہوگئی، ہر ایک حالت میں تبدیلی ہے۔پس اس تبدیلی کو مدنظر رکھو اور آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آنے والی نسلیں آپ لوگوں کا منہ دیکھیں گی۔اور اسی نمونے کو دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو تعلیم کا حاصل نہ بناؤ گے تو گویا آنے والی نسلوں کو تباہ کرو گے۔ انسان کی فطرت میں نمونہ پرستی ہے۔ وہ نمونے سے بہت جلد سبق لیتا ہے۔ایک شرابی اگر کہے کہ شراب نہ پیو ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو۔ایک چور دوسرے کو کہے کہ چوری نہ کرو تو ان نصیحتوں سے دوسرے کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ بلکہ وہ تو کہیں گے کہ بڑا ہی خبیث ہے وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اس کا وعظ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت کرنے والے اور خود عمل نہ کرنے والے بے ایمان ہوتے ہیں اور اپنے واقعات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ایسے واعظوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ518جدید ایڈیشن)

تو جس طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خود کسی بدی میں مبتلا ہو کر دوسرے کو اس بدی سے کس طرح روک سکتے ہو۔ کسی کو کس طرح

راستہ دکھا سکتے ہو اگر خود ہی اس راستے کو نہ دیکھا ہو۔ جس شخص کو بھی آپ نصیحت کر رہے ہوں وہ کہے گا پہلے اپنے آپ کو تو سنبھالے، اپنے گھر کی خبر لو، مجھے تم کہہ رہے ہو کہ ایک خدا کی عبادت کرو اور خود تمہارا یہ حال ہے کہ نمازوں کے اوقات میں مجلسیں لگا کر بیٹھے رہتے ہو یا اپنے دنیاوی دھندوں میں مشغول رہتے ہو، اللہ تعالیٰ کا حکم جو تم مجھے بتا رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس کا خیال رکھو اور تمہاری بیوی کا یہ حال ہے کہ دوسرے گھروں میں بتاتی پھرتی ہے کہ تم انتہائی ظالم خاوند ہو۔ اس پر دست درازی کرتے ہو، اس کو مارتے پیٹتے ہو۔ تم ایک ظالم سسر ہو، اپنی بہو پہ بھی ہاتھ اٹھانے سے دریغ نہیں کرتے۔ وہ تمہیں کہے گا جس کو بھی تبلیغ کر رہے ہو کہ اپنی بیوی کو بھی سمجھاؤ، اپنے گھر کی بھی خبر لو کہ وہ بھی ان احکامات پر عمل کرے اور اپنی بہو سے حسن سلوک کرے۔ تم خود تو پہلے اپنے ہمسایوں کے حقوق ادا کرو، تمہارے ہمسائے تو تم سے تنگ آئے پڑے ہیں۔ تم خود تو اپنے ماں باپ کے حقوق ادا کرو۔ تمہارے ماں باپ تو تم سے سخت نالاں ہیں، ناراض ہیں کہ تم بڑھاپے میں ان سے بدتمیزی سے پیش آتے ہو۔ تم اپنے کاروباری ساتھی کو جو دھوکہ دے رہے ہو پہلے اس سے تو معاملہ صاف کرو۔ تم اپنے افسروں اور ماتحتوں کے جو حقوق دبائے بیٹھے ہو پہلے وہ تو ادا کرو۔ جو زیرِ تبلیغ ہے پہلے یہ ہی کہے گا اگر اس کو آپ کا علم ہے کہ جب تم اپنے اندر سب تبدیلیاں پیدا کر لو گے تو پھر مجھے نصیحت کرنا، مجھے بھی اپنی جماعت کی خوبیاں بیان کرنا، مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا۔ ورنہ تم خود اپنے مذہب کی تعلیم کے مطابق، قرآن کی تعلیم کے مطابق گنہگار ہو، مجھے کیا راستہ دکھاؤ گے۔

پس استغفار کا مقام ہے، بہت زیادہ استغفار کا مقام ہے۔ جو کوتاہیاں اور غلطیاں ہم سے ہو چکی ہیں ان کی اللہ سے معافی مانگیں۔ اس کے سامنے جھکیں یہ عہد کریں کہ ہم سے جو ظلم ہوئے ان سے محض اور محض رحم فرماتے ہوئے صرفِ نظر فرما اور آئندہ ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے حقوق ادا کرنے والے بھی ہوں اور ہم تیرے بندوں کے حقوق ادا کرنے والے بھی ہوں اور جو کام تو نے ہمارے سپرد کئے ہیں ان کا حق ادا کرنے والے بھی ہوں۔ یاد رکھیں کہ ذاتی نمونے کی طرف لوگوں کی بہت توجہ ہوتی ہے، بہت نظر ہوتی ہے۔ کئی واقعات ایسے ہیں۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ احمدیت کے بہت قریب تھا، بیعت کرنے کے بہت قریب تھا، لیکن اس کے ایک احمدی عزیز نے اس سے ایک بہت بڑا دھوکہ کیا جس کی وجہ سے وہ باوجود جماعت کو اچھا سمجھنے کے احمدیت قبول کرنے سے انکاری ہو گیا۔ تو بہر حال یہ تو اس کی بدقسمتی تھی، شامت اعمال تھی جس کی وجہ سے اس کو موقع نہیں ملا۔ لیکن اس احمدی کا نام بھی اس کی اس بدی کے ساتھ لگ گیا۔ اس لئے اس حدیث کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہدایت کی طرف بلاؤ اور ہدایت کی طرف بلانے والے کا اجر سرخ اونٹوں کے حاصل کرنے سے زیادہ ہے۔ دینی اور دنیاوی انعامات سے اللہ تعالیٰ نوازتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو یا حقوق العباد کے متعلق ہو بچو۔''

(ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ 303 جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ عہد بیعت کو نبھانے والے بنیں۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو اپنے اوپر بھی لاگو کریں اور دنیا کو پہنچانے والے بھی ہوں۔ اور جلد سے جلد اسلام کا غلبہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ آمین۔

یہ خطبہ تربیت پلان پر عمل درآمد کے سلسلہ میں تمام افرادِ جماعت کے پڑھنے اور اس پر خصوصی عمل کرنے کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ درخواست ہے کہ اسے اچھی طرح پڑھ کر اس میں موجود احکامات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مولانا داؤد احمد حنیف، مشنری انچارج و نائب امیر)

خلافت کا نظام مذہب کے دائمی نظام کا حصہ ہے

اور خدا تعالیٰ کی ازلی تقدیر کا ایک زبردست کرشمہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ؓ ایم اے

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ بطور اصول کے ارشاد فرماتا ہے کہ دنیا میں دو طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں ایک وہ جن کا وجود محض عارضی اور وقتی حالات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور ان میں بنی نوع انسان کے کسی حصہ کے لئے کوئی حقیقی فائدہ مقصود نہیں ہوتا اور دوسری وہ جو نظام عالم کا حصہ ہوتی ہیں اور لوگوں کے لئے ان میں کوئی نہ کوئی فائدہ کا پہلو مقصود ہوتا ہے۔ مقدم الذکر چیزیں دنیا میں جھاگ کی طرح اٹھتی اور جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں۔ مگر موخر الذکر چیزیں جم کر زندگی گزارتی ہیں اور انہیں دنیا میں قرار حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

...فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝

(الرّعد:18)

یعنی جھاگ کی قسم کی چیز تو آناً فاناً گزر کر ختم ہو جاتی ہے مگر نفع دینے والی چیز جم کر زندگی گزارتی ہے اور دنیا میں قرار حاصل کرتی ہے۔ اس اصل کے ماتحت ہم صحیفہ قدرت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ لطیف منظر نظر آتا ہے کہ جو چیز بھی دنیا کے لئے کسی نہ کسی جہت سے مفید ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے قائم رہنے کے لئے کوئی نہ کوئی انتظام کر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ جانوروں اور حقیر سے حقیر جڑی بوٹیوں کی بقائے نسل کا انتظام بھی موجود ہے اور قدرت کا مخفی مگر زبردست ہاتھ انہیں مٹنے اور ناپید ہو جانے سے بچائے ہوئے ہے اور صحیفہ عالم کے زیادہ گہرے مطالعہ سے یہ بات بھی مخفی نہیں رہ سکتی کہ جتنی کوئی چیز بنی نوع انسان کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے اتنا ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا انتظام زیادہ پختہ اور زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ بھی اسی اصل کے ماتحت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ حجر میں فرماتا ہے کہ چونکہ قرآنی الہام ایک ہمیشہ کی یادگار قرار دیا گیا ہے اور خدا کا یہ منشاء ہے کہ اب وہ قیامت تک لوگوں کے بیدار کرنیکا ذریعہ ہے۔ اس لئے خدا خود اس کا محافظ ہوگا اور ہمیشہ ایسے سامان پیدا کرتا رہے گا جو اسے ظاہری اور معنوی ہر دو لحاظ سے محفوظ رکھیں گے۔ گویا قرآنی حفاظت کی وجہ ذکر کے چھوٹے سے لفظ میں مرکوز کر دی گئی ہے۔

نبوت کا تتمہ

یہی حال نبوت کا ہے جب اللہ تعالیٰ دنیا کو کسی عظیم الشان فتنہ و فساد میں مبتلا دیکھ کر اس کی اصلاح کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ کسی شخص کو اپنی طرف سے رسول یا نبی بنا کر مبعوث کرتا ہے مگر نبی بہر حال ایک انسان ہوتا ہے اور لوازمات بشری کے ماتحت اس کی زندگی چند گنتی کے سالوں سے زیادہ وفا کیسے کر سکتی ہے۔ اس صورت میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کے مشن کو کامیاب بنانے اور انتہا تک پہنچانے کے لئے اس کی وفات کے بعد بھی کوئی ایسا انتظام کرے جس کے ذریعہ نبی کا بویا ہوا بیج اپنے کمال کو پہنچ سکے اور وہ اصلاح جو اللہ تعالیٰ نبی کے بعثت سے پیدا کرنا چاہتا ہے دنیا میں قائم ہو اور راسخ ہو جائے۔ یہ خدائی نظام جسے نبوت کا تتمہ کہنا چاہیئے خلافت کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ہر عظیم الشان نبی کے بعد اس کے کام کو تکمیل تک

پہنچانے کے لئے خلفاء کا سلسلہ قائم فرماتا ہے اور یہ خلفاء بالعموم نبی یا مامور نہیں ہوتے مگر نبی کے تربیت یافتہ اور اس کے خدا داد مشن کو سمجھنے والے اور اسے چلانے کی اہلیت رکھنے والے ہوتے ہیں اور گو وہ خدا کی وحی کے ساتھ کھڑے نہیں ہوتے مگر خدا تعالیٰ اپنی تقدیر خاص کے ماتحت ایسا تصرف فرماتا ہے کہ نبی کے گزر جانے کے بعد وہی لوگ مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہیں جنہیں خدا اس کام کے لئے پسند فرماتا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کی مخفی تاریں مومنوں کے قلوب پر متصرف ہو کر انہیں خود بخود خلافت کے اصل شخص کی طرف پھیر دیتی ہیں۔ اس لئے باوجود اس کے ایک غیر مامور خلیفہ لوگوں کا منتخب شدہ ہوتا ہے۔

خلیفہ خدا بناتا ہے

اسلام یہ تعلیم دیتا ہے اور قرآن اس حقیقت کو صراحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ بظاہر یہ ایک متضاد سی بات نظر آتی ہے کہ ایسا شخص جو لوگوں کی کثرت رائے یا اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب ہو اس کے تقرر یا انتخاب کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے مگر حق یہی ہے کہ باوجود ظاہری انتخاب کے ہر سچے خلیفہ کے انتخاب میں دراصل خدا کا مخفی ہاتھ کام کرتا ہے اور صرف وہی شخص خلیفہ بنتا ہے اور بن سکتا ہے جسے خدا کی ازلی تقدیر اس کام کے لئے پسند کرتی ہے اور اس کے سوا کسی کی مجال نہیں کہ مسندِ خلافت پر قدم رکھنے کی جرأت کر سکے۔ یہی گہری صداقت آنحضرت ﷺ کے اس قول میں مخفی ہے جو آپؐ نے وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق فرمایا۔ آپؐ فرماتے ہیں:

یعنی میں ابوبکرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنا چاہتا تھا مگر پھر میں نے خیال کیا کہ یہ خدا کا کام ہے خدا ابوبکرؓ کے سوا کسی اور شخص کو خلیفہ نہیں بننے دے گا اور نہ ہی خدائی مشیت کے ماتحت مومنوں کی جماعت ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی ہو سکے گی۔

(بخاری کتاب الاحکام)

اللہ! اللہ! اس چھوٹے سے فقرہ میں نظام خلافت کا کتنا وسیع مضمون ودیعت کر دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک میرے بعد بظاہر مسلمانوں کی کثرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کرے گی مگر دراصل اس رائے کے پیچھے خدائے قدیر کی ازلی تقدیر کام کر رہی ہوگی اور وہی ہوگا جو خدا کا منشاء ہوگا اور اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باوجود اس کے کہ اندرونی طور پر انصار نے اپنے میں سے کسی اور شخص کو کھڑا کرنا چاہا اور بیرونی طور پر عرب کے بدوی قبائل نے باغی ہو کر خلافت کے نظام کو ہی ملیا میٹ کر دینے کی تدبیر کی۔ مگر چونکہ ابوبکرؓ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ تھا اس لئے اس کے اتباع کی قلت اس کے مخالفین کی کثرت کو اس طرح کھا گئی جس طرح سمندر کا پانی اپنے اوپر کی جھاگ کو کھا جاتا ہے۔

پھر جو الفاظ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمائے کہ:

''خدا تمہیں ایک قمیص پہنائے گا اور لوگ اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم اسے نہ اتارنا۔''

(ترمذی)

وہ بھی اسی قدیم سنتِ الٰہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ دراصل خلیفہ خدا بناتا ہے اور انتخاب کرنے والے لوگ صرف ایک پردہ کا کام دیتے ہیں اور ایک آدمی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے جسے خدا اپنی تقدیر کو جاری کرنے کے لئے اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ 'اپنے ہاتھ میں لیتا ہے'۔ ان الفاظ پر غور کرو کہ وہ کیسے پیارے اور کیسے دانائی سے معمور ہیں۔ آنحضرت ﷺ خلیفہ بنانے کے فعل کو خدا کی طرف منسوب فرماتے ہیں اور خلافت سے معزول کرنے کی کوشش کو لوگوں کی طرف نسبت دیتے ہیں گویا جو صورت بظاہر نظر آتی ہے اس کے بالکل برعکس ارشاد فرماتے ہیں۔ خلافت میں بظاہر نظر آنے والی صورت یہ ہے کہ لوگ خلیفہ کو منتخب کرتے ہیں اور خدا بظاہر لاتعلق ہوتا ہے لیکن باوجود اس کے آنحضرت ﷺ ارشاد یہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ بناتا خدا ہے ہاں مفسد لوگ بعض اوقات خدا کے بنائے ہوئے خلفاء کو معزول کرنے کی کوشش ضرور کیا کرتے ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان نکتہ ہے جسے سمجھنے کے بعد کوئی شخص خدا کے

فضل سے مسئلہ خلافت کے تعلق میں ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ لیکن چونکہ دنیا کا ہر نظام وقتی ہے اور عموماً دوروں میں تقسیم شدہ ہوتا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو ہوشیار اور چوکس رکھنے کے لئے یہ انکشاف بھی فرمادیا کہ میرے بعد مستقل طور پر خلافت حقہ کا دور صرف تیس سال تک چلے گا جس کے بعد غاصب لوگ ملوکیت کا رنگ اختیار کرلیں گے اور اس کے بعد حسبِ حالات اور ضرورت زمانہ روحانی خلافت کے دور آتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ بالآخر مسیح و مہدی کے نزول کے بعد پھر منہاج نبوت پر ظاہری خلافت کی صورت قائم ہو جائے گی۔

(مسند احمد جلد5عن ابی عبدالرحمٰن سفینہ و مشکوٰۃ باب الانذار)

خلافت کا وعدہ

چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کا حصہ اور تتمہ ہے اور نبوت کی خدمت اور تکمیل کے لئے قائم کیا جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق قرآن شریف کی آیت استخلاف میں ایسی علامات مقرر فرمادی ہیں جو سچی خلافت کو جھوٹی خلافت سے روز روشن کی طرح ممتاز کردیتی ہیں۔ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(النور:56)

یعنی خدا تعالیٰ کا یہ پختہ وعدہ ہے کہ وہ عمل صالح بجالانے والے مومنوں میں سے ملک میں خلفاء مقرر کرے گا (یہ مطلب نہیں کہ جو مومن بھی عمل صالح کرنے والا ہوگا وہ ضرور خلیفہ بنے گا بلکہ اس میں اشارہ یہ ہے کہ جو خلیفہ ہوگا وہ ضرور مومن اور عمل صالح بجالانے والا ہوگا) یہ خلفاء اسی سنت کے مطابق مقرر کئے جائیں گے جس طرح پہلی امتوں میں مقرر کئے گئے اور خدا تعالیٰ اس دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے جو ان کے ذریعہ دنیا میں مضبوطی سے قائم فرمادے گا اور (چونکہ ہر تغیر کے وقت ایک خوف کی حالت پیدا ہوا کرتی ہے) اللہ تعالیٰ ان کی خوف کی حالت کو اپنے فضل سے امن میں بدل دے گا۔ یہ لوگ میرے سچے پرستار ہوں گے اور میرے سوا کسی معبود کے سامنے (خواہ وہ مخفی ہو یا ظاہر) گردن نہیں جھکائیں گے اور جو شخص ایسی نصرت و تائید کو دیکھتے ہوئے بھی اس نظام خلافت سے سرکشی اختیار کرے گا وہ یقیناً خدا کا مجرم اور فاسق سمجھا جائے گا۔

یہ آیت کریمہ جسے حضرت مسیح موعودؑ نے صراحت کے ساتھ خلافت کے نظام سے متعلق قرار دیا ہے اپنے مختصر الفاظ میں ایک نہایت وسیع مضمون کو لئے ہوئے ہے اور اس نقشہ کی بہترین تصویر ہے جو کم وبیش ہر نئی خلافت کے قیام کے وقت دنیا کے سامنے آتا ہے۔ ہر نبی یا خلیفہ کی وفات ایک عظیم الشان زلزلہ کا رنگ رکھتی ہے اور ہر بعد میں آنے والا خلیفہ ایسے حالات میں مسندِ خلافت پر قدم رکھتا ہے کہ جب لوگوں کے دل سہمے ہوئے اور خوف زدہ ہوتے ہیں کہ اب کیا ہوگا مگر پھر لوگوں کو دیکھتے دیکھتے خدا اس آیت کریمہ کے وعدہ کے مطابق اپنی تقدیر کے مخفی تاروں کو کھینچنا شروع کرتا ہے اور خوف کے دنوں کو امن سے بدل کر آہستہ آہستہ جماعت کو کمزوری سے مضبوطی کی طرف یا مضبوط حالت سے مضبوط تر حالت کی طرف اٹھانا شروع کردیتا ہے۔ اور یہ خلفاء اپنی دینی حالت اور دینی خدمت سے اس بات پر مہر لگادیتے ہیں کہ خدا کی محبت اور خدا کی نصرت کا ہاتھ ان کے ساتھ ہے اور یہ سلسلہ اپنی ظاہری صورت میں اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک خدا کے علم میں نبی کے لائے ہوئے دین کے استحکام اور اس کے مشن کی تکمیل اور مضبوطی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ یہ خلافت کا نظام دراصل نبوت کا حصہ اور تتمہ ہے، ہر عظیم الشان نبی کے زمانہ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے کام کی تکمیل کے لئے حضرت یوشعؑ

خلیفہ ہوئے اور آنحضرتؐ کا مشن سارے نبیوں سے زیادہ عظیم الشان اور زیادہ وسیع تھا اس لئے آپ کے بعد خلافت کا نظام بھی سب سے زیادہ نمایاں اور شاندار صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ جس کی تیز کرنیں آج تک دنیا کو خیرہ کر رہی ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر نبوت کے ساتھ خلافت کا نظام شامل نہ ہو تو نعوذ باللہ خدا پر ایک خطرناک الزام عائد ہوتا ہے کہ اس نے دنیا میں ایک اصلاح پیدا کرنی چاہی مگر پھر اس اصلاح کے لئے ایک فرد واحد کو چند سال زندگی دے کر وفات دے دی اور اس اصلاحی نظام کو اپنے ہاتھ سے ملیا میٹ کر دیا۔ گویا یہ ایک بلبلہ تھا جو سمندر کی سطح پر ظاہر ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے مٹ کر پانی کی مہیب لہروں میں غائب ہو گیا۔ سبحان اللہ ماقدروااللہ حق قدرہ۔

ہمارا حکیم وعلیم خدا تو وہ خدا ہے کہ جو ادنیٰ سے ادنیٰ نفع دینے والی چیز کو بھی دنیا میں قائم رکھتا اور اس کے قیام کا سامان مہیا کرتا ہے چہ جائیکہ نبوت جیسے جوہر اور ایک مامور کی لائی ہوئی اصلاح کو ایک ہوا کے اڑتے ہوئے جھونکے کی طرح باغ عالم میں لائے اور پھر لوگوں کے دیکھتے دیکھتے اسے ان کی نظروں سے غائب کر دے اور اس کے روح پرور اثر اور حیات افزاء تاثیر کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی انتظام نہ فرمائے۔ یقیناً یہ منظر ایک کھیل سے زیادہ نہیں اور کھیل شیطان کا کام ہے خدا کا نہیں۔ خدا جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کام کی اہمیت اور وسعت کے مطابق حال اس کے لئے سامان بھی مہیا فرماتا ہے۔ اور اس کام کے دائیں اور بائیں اور اوپر اور نیچے کو ایسی آہنی سلاخوں سے مضبوط کر دیتا ہے کہ پھر جب تک اس کا منشاء نہ ہو کوئی چیز اسے اس جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ اسی لئے خدا کی یہ سنت ہے کہ خاص خاص انبیاء کے صرف بعد ہی ان کے مشن کی مضبوطی اور استحکام کے لئے خلافت کا نظام قائم نہیں فرماتا بلکہ ان کی بعثت سے پہلے بھی ان کے لئے راستہ صاف کرنے کی غرض سے بعض لوگوں کو بطور ارہاص یعنی آنے والی منزل کی علامت کے طور پر مبعوث کرتا ہے جو لوگوں کی توجہ کو آنے والے مصلح کے مشن کی طرف پھیرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت یحییٰؑ بطور ارہاص مبعوث ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے پہلے متعدد لوگ جو حنفاء کہلاتے تھے توحید کے ابتدائی جھونکے بن کر ظاہر ہوئے اور اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ سے پہلے سید احمد صاحب بریلوی سوئے ہوئے لوگوں کی بیداری کا ذریعہ بن کر آئے کیا ایسے حکیم ودانا خدا سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ نبی کی چند سالہ زندگی کے بعد اس کے لائے ہوئے مشن کو بغیر کسی انتظام کے چھوڑ سکتا ہے اور اس بڑھیا کی مثال بن جاتا ہے جو اپنے محنت سے کاتے ہوئے دھاگے کو اپنے ہاتھ سے تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔ میں پھر کہوں گا سبحان اللہ ماقدروااللہ حق قدرہ۔

حضرت مسیح موعودؑ بھی چونکہ دنیا میں ایک عظیم مشن لے کر مبعوث ہوئے تھے اس لئے ضروری تھا کہ آپ کے خداداد مشن کی تکمیل کے لئے بھی آپ کے بعد خلافت کا نظام قائم ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتب اور ملفوظات میں متعدد جگہ اس نظام کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ آپ کے بہت سے الہامات میں بھی اس نظام کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں مگر میں اس جگہ اختصار کے خیال سے صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں اور یہ وہ عبارت ہے جو آپ نے اپنے زمانہ وفات کو قریب محسوس کر کے اپنے متبعین کے لئے بطور وصیت تحریر کی۔

خدا دو قدرتیں دکھلاتا ہے

''خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی آفتیں زمین پر اُتریں گی کچھ تو ان میں سے میری زندگی میں ظہور میں آ جائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ

اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو اور جس راست بازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا

خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔(1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔(2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

یعنی خوف کے بعد پھر ہم اُن کے پَیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے وقت میں ہوا۔۔۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ معاملہ ہوا۔ سواے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا وے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔۔۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔''

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد20صفحہ303تا306)

یہ عبارت جس صراحت اور تعیین کے ساتھ نظام خلافت کی طرف اشارہ کر رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اور یہ عبارت بطور وصیت کے لکھی گئی جب کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے قرب وفات کی خبر پا کر اپنے بعد کے نظام کے بارے میں اپنی جماعت کو آخری نصیحت فرمائی اور ہر عقلمند غیر متعصب شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ اس عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

اوّل: خدا تعالیٰ انبیاء کے کام کی تکمیل کے لئے دو قسم کی قدرت ظاہر فرماتا ہے۔ ایک خود نبیوں کے زمانہ میں اور دوسری ان کی وفات کے بعد تاکہ ان کے مشن اور ان کی جماعت کو ایک لمبے عرصہ تک اپنی خاص نگرانی میں رکھ کر ترقی دے اور تکمیل تک پہنچائے۔

دوم: دوسری خلافت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے وجود میں ظاہر ہوئی۔

سوم: یہ خلافت کا نظام جو نبوت کے نظام کا حصہ ہے اور اسی کا تتمہ ہے خدائی سنت کا رنگ رکھتا ہے اور ہر نبی کے زمانہ میں قائم ہوتا رہا ہے۔

چہارم: حضرت مسیح موعودؑ کے بعد بھی اسی رنگ میں قدرتِ ثانیہ کا ظہور مقدر تھا کیونکہ جیسا کہ آپ خود خدا کی مجسم قدرت تھے آپ کے بعد بعض اور وجودوں نے دوسری قدرت کا مظہر ہونا تھا اور ان کے وجودوں نے حضرت ابوبکرؓ کے رنگ میں ظاہر ہونا تھا۔

پنجم: نبی کے بعد آنے والے خلفاء خواہ بظاہر صورت لوگوں کے انتخاب سے مقرر ہوں مگر دراصل ان کے تقرر میں خدا کا ہاتھ کام کرتا ہے اور درحقیقت خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔

ششم: سورۃ نور کی آیت استخلاف نظام خلافت سے تعلق رکھتی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اسی آیت کے ماتحت تھی۔

یہ وہ چھ باتیں ہیں جو اوپر کے حوالہ سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہ استدلال ایسا واضح اور بیّن ہے کہ کوئی عقلمند غیر متعصب شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ حوالہ بھی جیسا کہ اس کے حالات اور سیاق وسباق اور الفاظ اور اسلوب بیان سے ظاہر ہے محکمات کا رنگ رکھتا ہے جس کے مقابلہ پر ان متشابہات کو پیش کرنا جو بعض مخصوص کاموں کے تعلق میں مخصوص حالات اور مخصوص ماحول میں انجمن کے بارے میں لکھی گئی ہیں ایک شرارت یا دیوانگی کے فعل سے زیادہ نہیں اور اگر یہ دیوانگی نہیں تو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ خدا کا مقرر کردہ مسیح دیوانہ ہے کہ ایک طرف تو اپنے مشن کی تکمیل اور اپنی وفات کے بعد نظام کے متعلق خدائی سنت کے ماتحت دو قدرتوں کے ظہور کا ذکر کیا اور مثال دے کر بتایا کہ دوسری قدرت ابوبکر صدیق ؓ کے رنگ میں ظاہر ہوا کرتی ہے اور پھر یہاں تک صراحت کی کہ " میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے "۔ لیکن عین اس کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بہ پہلو اِن سارے ارشادات کو بھول کر اور بالائے طاق رکھ کر انجمن کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے چل دیئے۔ حالانکہ انجمن آپ کی زندگی میں ہی قائم ہوگئی تھی اور اس کی " جانشینی " جن معنوں میں بھی وہ تھی خود آپ کی موجودگی میں شروع ہو چکی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف اس مجنونانہ تضاد کو منسوب کرنا اہل پیغام کو مبارک ہو۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارا دامن اس دیوانگی کے داغ سے پاک ہے۔ کاش یہ لوگ صرف اس بات پر ہی غور کرتے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں بھی اپنے خدا داد مشن کی تکمیل اور سلسلہ اور جماعت کے کام کو سنبھالنے اور چلانے کا ذکر کیا ہے وہاں کسی جگہ انجمن کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف خلافت کا ذکر کیا ہے اور دو قدرتوں کے اصول کو بیان کر کے اور مثال دے کر واضح کیا ہے کہ اس کام کے لئے خدا نے ایسا ہی نظام مقرر فرمایا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں ظاہر ہوا اور یہ کہ یہ خدا کی ایک سنت ہے جو تمام نبیوں کے وقت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور کبھی بدل نہیں سکتی اور اس کے مقابل پر انجمن کا ذکر صرف بعض ماتحت کاموں کے تعلق میں آیا ہے اور اس کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ واضح شرط اور حد بندی لگا دی ہے کہ اس انجمن کے لئے ضروری ہوگا کہ " وہ حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ " اپنا کام سرانجام دے (رسالہ الوصیت) یعنی خدا کے مقرر کردہ خلیفوں اور قدرت ثانیہ کے مظہروں کی نگرانی میں کام کرے۔۔۔ اور پھر ہمارے قادر و متصرف خدا نے خلافت کے سوال کو صرف لفظی اور قومی تصریح تک ہی نہیں چھوڑا بلکہ اپنے زبردست فعل کے ساتھ اس پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی ہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جماعت میں جو سب سے پہلا اجماع ہوا وہ خلافت ہی کے متعلق تھا اور یہ اجماع بھی خدا نے ان لوگوں کے ہاتھ سے کروایا جو اب خلافت کے منکر ہو کر انجمن کا راگ الاپ رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے جو اس وقت صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے انجمن کی طرف سے حسب ذیل اعلان شائع کیا:

" حضور علیہ السلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان اقرباء حضرت مسیح موعودؑ باجازت حضرت اُمّ المؤمنینؓ کُل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہٗ کو آپکا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔"

(الحکم 28/مئی 1908)

یہ وہ پہلا اجماع ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جماعت میں ہوا جس میں صدر انجمن کے ممبر (ہاں وہی انجمن جو اب خلیفہ کی قائم مقام بتائی جاتی ہے) اور تمام حاضر الوقت جماعت کے افراد شریک اور متفق تھے۔ پس نہ صرف خدا کے قول نے بلکہ اس کے زبردست فعل نے بھی خلافت کے حق میں مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اور اب کون ہے جو اس مہر کو توڑ سکتا ہے؟

☆......☆......☆

حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد ہے:

" وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو امام کے ساتھ وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا کر سکتا ہے۔"

(منصبِ خلافت صفحہ 65)

شجرِ عظیم

عطاء المجیب راشد۔لندن

یوں تو دنیا میں گلستاں ہیں بہت اور جا بجا
ہر طرف ہے رنگ و بو ، اشجار ہیں بے انتہا

اک شجر لیکن ہے سب اشجار سے بالکل جدا
اپنی عظمت اور یکتائی میں ہے سب سے سوا

باعثِ صد رشک ہے یہ امتیاز اس کا جلی
مالکِ کون ومکاں کے ہاتھ سے ہے یہ لگا

باغباں اس کا خدا ہے اور محافظ بھی وہی
اس کے سایہ میں شجر یہ پھولتا پھلتا رہا

اس کی شاخیں ہر زماں بڑھتی رہیں سوئے فلک
اور جڑیں زیرِ زمیں پاتی رہیں نشوونما

دشمنوں نے بارہا چاہا کہ دیں اس کو اکھیڑ
دستِ قدرت بار بار اس کی پنہ بنتا رہا

پیڑ یہ ایسا ہے پھل اس کو سدا لگتے رہے
جب شہیدانِ وفا کا خوں بنا اس کی غذا

دیکھتے ہی دیکھتے ایسا تناور ہو گیا
اس کی عظمت کا ہے شاہد ایک عالَم بَرملا

وہ شجر جلوہ فگن ہے آج ہفت اقلیم پر
اس کے سایہ میں سکوں پاتے ہیں جویانِ خدا

یہ شجر ہے احمدیت ، مامنِ ہر جن و انس
آیا جو اس کے تلے وہ پا گیا رازِ بقا

ایک عالَم جل رہا ہے دھوپ میں بے سائباں
شکرِ مولیٰ کہ ہمیں یہ سایۂ رحمت ملا

خلافتِ راشدہ

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (الحج:42)

حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

''جب بھی کوئی نبوت آئی اس کے بعد خلافت قائم ہوئی ہے۔''

(مجمع الزوائد علی بن ابی بکر الھیشمی جلد 5 ص 188)

آنحضورؐ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:

''اے میرے خدا میرے خلفاء پر رحم کر جو میرے بعد آئیں گے اور میری باتیں اور میری سنت دنیا کے سامنے بیان کریں گے اور میری باتیں اور میری سنت ہی دنیا کو سکھلائیں گے۔''

(الجامع الصغیر للسیوطیؒ)

''حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب رسولِ کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو ہم قیادت کے بارہ میں غور کرنے لگے ہم نے سوچا کہ آنحضرت ﷺ نے ابوبکرؓ کو نماز کی امامت کا ارشاد فرمایا تھا پس جسے خدا کے رسول نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کر لیا۔ اور انہیں اپنا قائد مان لیا۔''

(تاریخ الخلفاء جلد 1 ص 8)

حضرت عثمانؓ کے زمانہء خلافت میں جب بعض لوگ آپ کے خلاف فتنوں میں مصروف تھے تو صحابی رسولؐ حضرت حنظلہؓ نے کچھ اشعار کہے (جن کا ترجمہ یہ ہے):

''مجھے تعجب ہے کہ لوگ کن باتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ خلافت جاتی رہے اگر وہ چلی گئی تو لوگ ہر خیر سے محروم ہو جائیں گے اور پھر انتہائی ذلیل ہو جائیں گے۔ وہ یہود اور نصاریٰ کی طرح ہو جائیں گے جو راہِ حق سے بھٹک چکے ہیں۔''

(تاریخ ابن اثیر جلد 2 ص 173)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

رسول پاکؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک بار مخاطب کر کے فرمایا: 'کیا تم پہلے شخص نہیں ہو جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہو گے تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہو اور غار میں میرے رفیق تھے۔'

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس قبولِ اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے انہوں نے یہ تمام دولت راہِ الٰہی میں صرف کر دی۔ اس کے اعتراف میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لئے مفید نہ ہوا۔

حضرت رافع طائیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ سن رسیدہ بزرگ ہیں مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا اللہ تم پر رحمت و برکت نازل فرمائے۔ نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو اور سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کبھی امارت و سیادت نہ قبول کرو۔ دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے نیز قیامت کے روز اس کا محاسبہ نہایت سخت ہو گا اور فردِ عمل زیادہ طویل ہو گی۔

آپؓ نے اپنی تمام دولت راہِ خدا میں لٹا دی۔ یہاں تک کہ زمانہ خلافت میں ان پر بیت المال کا کچھ قرض چڑھ گیا تھا۔ لیکن بے نیازی دیکھو کہ مسلمانوں کا ایک حبہ بھی اپنی ذات پر صرف کرنا یا اولاد کے لئے چھوڑ جانا گوارہ نہ ہوا۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی تو سب سے پہلے یہ فرمایا کہ میرا فلاں باغ بیچ کر بیت المال کا قرض ادا کر دیا جائے اور میرے مال میں جو چیز فاضل نظر آئے، وہ عمر بن

خطابؓ کے پاس بھیج دی جائے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وفات کے بعد جائزہ لیا گیا تو صرف یہ چیزیں زیادہ نکلیں۔ایک غلام،ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں۔ چنانچہ یہ تمام چیزیں اسی وقت حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی گئیں۔خلیفہ دوم کی آنکھوں سے عبرت کے آنسو نکل آئے۔رو کر بولے ابوبکر! اللہ تم پر رحم کرے،تم نے پس از مرگ بھی زہد کا دامن نہ چھوڑا اور کسی کو نکتہ چینی کا موقعہ نہ دیا۔

(خلفائے راشدین صفحہ 81-82)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

رسول پاکؐ نے حضرت عمر فاروق کے بارے میں ارشاد فرمایا: ’گزشتہ امتوں میں محدثین تھے،اگر میری امت میں سے کوئی محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہوں گے۔‘

’’ ایک موقعہ پر کسی نے ایک شخص کی دینداری کی بناء پر اُس کی تعریف کی اور کہا وہ بڑا وفادار ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے کبھی اس کے ساتھ کوئی سفر کیا؟ اُس شخص نے منفی میں جواب دیا۔فرمایا کیا کبھی اُس سے تمہارا جھگڑا ہوا؟ اُس شخص نے جواب دیا نہیں۔فرمایا کیا کبھی اُس سے تم نے لین دین کیا۔اُس شخص نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا تو فرمایا تب تیرا علم اُس کے متعلق کچھ نہیں۔شاید تُو نے اُسے مسجد میں سر جھکاتے اور اُٹھاتے ہی دیکھا ہے۔‘‘

(سیدنا حضرت عمر فاروقؓ صفحہ 100)

حضرت عمرؓ کا جسم کبھی نرم کپڑے سے مَس نہیں ہوا تھا۔بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کرتہ،سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہوتی تھیں۔اسی حالت میں وہ قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے اور وفود کو باریاب کرتے تھے۔مسلمانوں کو شرم آتی تھی،مگر اقلیم زہد کے شہنشاہ کے آگے کون زبان کھولتا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے کہا: امیر المومنین! اب اللہ تعالیٰ نے خوشحال کیا ہے،بادشاہوں کے سفراء اور عرب کے وفود آتے رہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو اپنے طرزِ معاشرت میں تغیر کرنا چاہیئے۔حضرت عمرؓ نے کہا افسوس! تم دونوں امہات المومنین ہو کر دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو۔عائشہ! تم رسول اللہ ﷺ کی اس حالت کو بھول گئیں کہ تمہارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا،جس کو دن میں بچھاتے تھے اور رات کو اوڑھتے تھے۔حفصہ! تم کو یاد نہیں کہ ایک دفعہ تم نے فرش کو دوہرا کر کے بچھا دیا تھا۔اس کی نرمی کے باعث رسول اللہ ﷺ رات بھر سوتے رہے۔بلالؓ نے اذان دی تو آنکھ کھلی۔اس وقت آپؐ نے فرمایا: حفصہ! تم نے یہ کیا کیا کہ فرش کو دوہرا کر دیا کہ میں صبح تک سوتا رہا۔مجھے دنیاوی راحت سے کیا تعلق ہے؟ اور فرش کی نرمی کی وجہ سے تم نے مجھے غافل کر دیا۔

(کنزا لعمال جلد6ص350)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

آنحضرتؐ نے ایک موقعہ پر حضرت عثمانؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ’جس سے فرشتے شرماتے ہیں،کیا میں اس سے نہ شرماؤں۔ہر پیغمبر کے رفیق ہوتے ہیں اور جنت میں میرا رفیق عثمانؓ ہے۔‘

خوفِ الٰہی تمام محاسن کا سرچشمہ ہے۔جو دل اللہ کی ہیبت و جلال سے لرزاں نہیں،اس سے کسی نیکی کی امید نہیں ہوسکتی۔حضرت عثمانؓ اکثر خوف الٰہی سے آبدیدہ رہتے۔موت،قبر اور عاقبت کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا۔سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہوجاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ مقبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی۔لوگ کہتے کہ دوزخ و جنت کے تذکروں سے تو آپ پر اس قدر رقت طاری نہیں ہوتی آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہے کہ انہیں دیکھ کر آپ بے قرار ہو جاتے ہیں؟ فرماتے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے۔اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہوگیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے۔

سرورِ کائنات آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک سے محبت اور ارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول و فعل یہاں تک کہ حرکات و سکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے متبسم ہوئے۔لوگوں نے اس بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ (روحی فداہ) کو اسی طرح وضو کر کے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ایک دفعہ عصر کے وقت سب کے سامنے وضو

کر کے دکھایا کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ایک بار مسجد کے دوسرے دروازہ پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا اور کھایا اور بغیر وضو تازہ کئے ہوئے نماز کو کھڑے ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا اور اسی طرح کیا تھا۔

حج کے موقعہ پر آپؓ اور ایک اور صحابیؓ طواف کر رہے تھے۔طواف میں انہوں نے رکنِ یمانی کا بھی بوسہ لیا۔حضرت عثمانؓ نے ایسا نہیں کیا تو انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کرانا چاہا۔حضرت عثمانؓ نے کہا یہ کیا کرتے ہو؟ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کیساتھ طواف نہیں کیا؟ انہوں نے کہا ہاں! کیا آپ کو اس کا استلام کرتے ہوئے تم نے دیکھا؟ کہا نہیں! فرمایا پھر کیا رسول اللہ ﷺ کی اقتداء مناسب نہیں؟ انہوں نے جواب دیا بیشک۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1، خلفائے راشدین ص 226)

حضرت علی رضی اللہ عنہ

غزوۂ خیبر سے ایک روز قبل آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: 'کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ میرے ساتھ تم کو وہی نسبت حاصل ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ ؑ کے ساتھ تھی۔کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو اللہ اور اس کے رسول محبوب رکھتے ہیں۔'

اگلی صبح حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کا یہ مان سلامت رکھنے اور خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کا حق ادا کرنے کی کوشش میں نہایت شجاعت سے اسلام کے ایک بہت بڑے دشمن مرحب کے غرور کا سر نیچا کیا اور خیبر فتح ہو گیا۔

حضرت علیؓ گو دنیاوی دولت سے تہی دامن تھے لیکن دل غنی تھا۔کبھی کوئی سائل آپ کے در سے ناکام واپس نہیں ہوا۔حتیٰ کہ قوت لایموت تک دے دیتے۔ ایک دفعہ رات بھر باغ سینچ کر تھوڑے سے جَو مزدوری میں حاصل کئے۔صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو ایک ثلث پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا۔ابھی پک کر تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی۔حضرت علیؓ نے سب اٹھا کر اس کو دے دیا اور پھر بقیہ میں دوسرے ثلث کے پکنے کا انتظار کیا لیکن تیار ہوا کہ ایک یتیم مسکین نے دست سوال بڑھایا۔اسے بھی اٹھا کر اس کی نذر کیا۔غرض اسی طرح تیسرا حصہ بھی جو بچ رہا تھا، پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کی نذر ہو گیا اور اللہ کا ولی رات بھر کی مشقت کے باوجود دن کو فاقہ مست رہا۔اللہ تعالیٰ کو یہ ایثار کچھ ایسا بھایا کہ بطور ستائش اس کے صلہ میں وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا O (الدھر :9) نازل ہوئی۔

(بخاری کتاب المناقب)

سادگی اور تواضع حضرت علیؓ کی دستارِ فضیلت کا سب سے خوشنما طرہ تھا۔اپنے ہاتھ سے محنت و مزدوری کرنے میں کوئی عار نہ تھا۔لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کبھی جوتا ٹانکتے، کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے ہوئے پائے جاتے۔مزاج میں بے تکلفی اتنی تھی کہ فرش خاک پر بے تکلف سو جاتے۔ایک دفعہ آنحضرت ﷺ انہیں ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ بے تکلفی کے ساتھ زمین پر سورہے ہیں۔چادر پیٹھ کے نیچے سے سرک گئی ہے اور جسم انور گرد و غبار کے اندر کندن کی طرح دمک رہا ہے۔سرور کائنات ﷺ کو یہ سادگی نہایت پسند آئی۔خود دستِ مبارک سے ان کا بدن صاف کر کے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا اجلس یا ابا تراب مٹی والے اب اٹھ بیٹھ۔زبان نبوی کی عطا کی ہوئی یہ کنیت حضرت علیؓ کو اس قدر محبوب تھی کہ جب کوئی اس سے مخاطب کرتا تو خوشی سے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ جاتی۔

(تاریخ طبری ص 3348)

(لجنہ آسٹن سیکرٹری اشاعت)

قطعہ

2/مارچ 2006 کو اخبار جنگ یو کے نے ایک جھوٹی خبر شائع کی تھی اس کے جواب میں ایک قطعہ درج ذیل ہے:

اے صاحبِ جنگ و "دجل"، تم نے یہ کیسا ظلم کمایا ہے
عشاقِ محمدؐ عربی پر ناحق الزام لگایا ہے
انجام تمہارا کیا ہوگا قرآن نے یہ بتلایا ہے
اللہ نے کاذب کو لعنت کا مورد ہی ٹھہرا یا ہے

(مبارک احمد ظفر۔لندن)

اُمّتِ مسلمہ میں احیائے خلافت کے لئے کوششوں پر ایک نظر

لطف الرحمٰن محمود، آسٹن

اسلام نہ صرف یہ کہ دُنیا میں بڑی تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے بلکہ پیروکاروں کی تعداد کے لحاظ سے دوسرا بڑا مذہب ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں 1.3Billion لوگ اسلام سے وابستہ ہیں۔ قابلِ فخر ماضی، ایک عظیم الشان تہذیب، تیل کی شکل میں بے حد وحساب دولت، غیر معمولی اہمیت کے حامل جغرافیائی مقامات، نہایت اہم آبی شاہراہوں کا قرب وجوار اور سطح ارض پر مسلم ممالک کی حکومتیں اور اُن کی تنظیم (O.I.C) کے باوجود مسلمان بہت سے مسائل سے دوچار ہیں۔ مسلمانوں کی غالب اکثریت کا یہی خیال ہے کہ خلافتِ راشدہ کا احیاء ہی ان تمام دکھوں اور پریشانیوں کا مداوا ہے۔ گزشتہ 125 برسوں میں بااثر شخصیات اور طاقتور تنظیموں کی طرف سے احیائے خلافت کے لئے دس بارہ مرتبہ بھرپور کوشش کی گئی۔ اوّل تو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ بصورتِ دیگر کامیابی کی شکل میں قائم ہونے والی خلافت کا وجود دیرپا ثابت نہ ہوا۔ یہ مضمون ان کاوشوں کے مختصر تذکرے پر مشتمل ہے۔ آخر میں اس مُسلسل ناکامی کا سبب بھی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سُوڈانی مہدی کی تحریک

جدید دور میں احیائے خلافت کی پہلی کوشش سُوڈان کے ایک خانوادۂ تصوف کے ایک فرد' محمد احمد نام کے ایک نوجوان صُوفی کی ہے۔ اس نوجوان نے 33 برس کی عمر میں 1881 میں 'مہدی' ہونے کا دعویٰ کیا۔ اپنے پیروکاروں کو انصارِ مدینہ کے لازوال اور بے مثال ایثار کی یاد میں ''انصار'' کا نام دیا۔ مہدی کی اس تحریک کے دو بنیادی مقاصد تھے:

1۔ سوڈان سے جو اُس وقت ترکوں اور مصریوں کی مشترکہ عملداری میں تھا' اس اقتدار کا خاتمہ'

2۔ اسلام میں راہ پا جانے والی بدعات و رسومات سے نجات۔

تُرک اور مصری دونوں مُسلمان تھے' اس لحاظ سے اُن کا جہاد مسلمانوں ہی کے خلاف تھا۔ محمد احمد کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے اُن کی فوج کا خرطوم پر قبضہ ہو گیا اور مصری فوج کا انگریزی کمانڈر اس مقابلے میں مارا گیا۔ اس فتح کو ایک معجزہ قرار دیا گیا۔ لیکن محمد احمد اس کامیابی کے جلد بعد اپنے دعویٰ کے پانچویں سال ہی وفات پا گئے۔ انہوں نے اپنی تحریک کے لئے جو سُرخ رنگ کا پرچم استعمال کیا تھا اس پر کلمہ طیبہ کے علاوہ 'مہدی خلیفہ رسول اللہؐ' اور قرآن مجید کی آیت 'نصر من اللّٰہ و فتح قریب' بھی درج تھی۔ 1885 میں یہ جھنڈا انگریزی فوج کے ایک دستے کے ہاتھ لگا۔ اس جھنڈے کی تصویر مندرجہ ذیل کتاب میں محفوظ ہے:

(Flags مصنّفہ William Crompton' ناشر Alfred A. Knoph' ایڈیشن 1989' صفحہ 21)

محمد احمد کی وفات کے بعد عبداللہ اُن کے خلیفہ ہوئے لیکن 1898 میں لارڈ کچز (Lord Kitchener) کی فوج سے لڑتے ہوئے وہ اور اُن کے تمام اہم رفقاء مارے گئے اور اس طرح مہدی کی سلطنت اور خلافت دونوں کا خاتمہ ہو گیا۔ البتہ بدعات اور رسومات کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ سوڈان اُن ممالک میں شامل ہے جہاں آج بھی عورتوں کا ختنہ (Female Circumcision) ایک

اہم دینی رُکن کے طور پر کیا جاتا ہے بلکہ اس ظالمانہ رسم کی تائید میں جھوٹی حدیثیں اور روایات گھڑ لی گئی ہیں۔ آزادیٔ سوڈان کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ سوڈان 1956 تک مصر اور برطانیہ کی مشترکہ حکومت کے زیرِ نگین رہا۔

سرزمینِ حجاز میں شریفِ مکّہ کی کوشش

حجاز، عراق، شام و فلسطین کے علاقے لمبے عرصہ سے سلطنت عثمانیہ میں شامل تھے۔ شریفِ مکّہ کو خلافتِ عثمانیہ کے خلاف بغاوت پر اُبھارنے میں لارڈ کچز (1914 میں مصر میں برطانوی ہائی کمشنر) نے اہم کردار ادا کیا۔ حُسین (شریفِ مکّہ) کو لارڈ کچز نے یقین دلایا کہ ترکوں کے خلاف کامیاب بغاوت کے بعد، حُسین کو نہ صرف یہ کہ حجاز اور دوسرے عرب علاقوں کا بادشاہ بنایا جائے گا بلکہ اُنہیں خلافتِ اسلامیہ کا منصب بھی سونپا جائے گا۔ لارڈ کچز نے اپنے ایک خط میں شریفِ مکّہ کو باور کرایا:

’’یہ ممکن ہے کہ ایک نجیب الطرفین عرب کو مکّہ یا مدینہ کے تختِ خلافت پر متمکّن کیا جائے اور اس وقت جو خرابی مُسلط ہے، اُسکی جگہ ایک خوشگوار تبدیلی ہو پیدا ہو‘‘

{(Foreign Papers 371/1978-87396) بحوالہ کتاب Mecca مصنّفہ F.E.Peters ناشر پرنسٹن یونیورسٹی پریس۔ ایڈیشن 1994 صفحہ 381}

یوں محسوس ہوتا ہے کہ چالاک لارڈ کچز کو قاہرہ میں قیام کے دوران، حضرت جابر بن سُمرہ سے مروی اس حدیث کا علم ہو گیا تھا جس میں قریشی النسل بارہ خلفاء کا ذکر موجود ہے۔

(مشکوٰۃ باب المناقب)

لارڈ کچز کے الفاظ

" An Arab of True Race"

سے حُسین شریفِ مکّہ کا وجودِ باوجود مُراد ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہونے کی وجہ سے ثقہ ہاشمی سادات کی ایک شاخ سے ہیں (عرب ممالک میں سیّد کو شریف کہا جاتا ہے) لارڈ کچز نے جس Evil یعنی بدی کا ذکر کیا ہے اُس سے مراد حجاز، شام، عراق اور فلسطین وغیرہ پر خلافتِ عثمانیہ کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ قصّہ مختصر وزارتِ خارجہ برطانیہ کے سیاسی داؤ پیچ کے نتیجے میں شریفِ مکّہ نے ترکوں کو حجاز اور شام وغیرہ سے نکال کر آزادی حاصل کر لی۔ ترکی نے جنگِ عظیم اوّل (1914-1918) میں جرمنی کا ساتھ دیا تھا۔ جرمنی کی شکست نے نہ صرف یہ کہ سلطنتِ ترکیہ پر نحوست کے سائے مسلط کئے بلکہ عثمانی خلافت کا مستقبل بھی مخدوش کر دیا۔ فاتحینِ جنگِ عظیم اوّل نے حُسین کے شاہِ حجاز ہونے کا دعویٰ تسلیم کر لیا۔ اُن کے ایک صاحبزادے عبداللہ کو اُردن کی بادشاہت سے نوازا گیا۔ دوسرے فرزند ارجمند فیصل کو عراق کے تخت پر متمکّن کیا گیا۔ جب تُرکی پارلیمنٹ نے 3 / مارچ 1924 کو خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ کر کے ’’خلیفۃ المسلمین‘‘ کو مالٹا جلاوطن کرنے کا حکم جاری کر دیا، تو اس خلا کو پُر کرنے کے لئے شریفِ مکّہ کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ حجاز، اُردن، فلسطین اور عراق (وہ ممالک جہاں شریف مکّہ کے افرادِ خاندان کی حکومت تھی) نے نئے خلیفہ کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا۔ برطرف عثمانی خلیفہ، جناب وحیدالدین محمد نے بھی شریفِ مکہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ حُسین شریفِ مکّہ نے 11 / مارچ 1924 کو اہلِ اسلام کو بڑے دردِ دل سے یہ نصیحت فرمائی:

’’تین دن سے زیادہ خلیفہ کی موجودگی کے بغیر رہنا اُمّتِ مُسلمہ کے مفاد میں نہیں‘‘

(بحوالہ کتاب Mecca مصنّفہ F.E.Peters صفحہ 380)

چند ماہ بعد ابن سعود کی افواج نے حجاز پر قبضہ کر لیا اور شریف مکّہ 14 / اکتوبر 1924 کو اپنے بیٹے علی کے حق میں دستبردار ہو کر حجاز سے فرار ہو گئے۔ جلد بعد علی بھی روانہ ہو گئے۔ حُسین کی اس نصیحت کو 80 سال بیت گئے ہیں۔ ابھی تک اس خلاء کو پُر نہیں کیا جا سکا۔

تحریکِ خلافت

احیائے خلافت کے طویل سفر میں ایک سنگِ میل متحدہ ہندوستان کی تحریکِ

خلافت ہے۔خلافتِ عُثمانیہ کے خطرات سے دوچار ہونے کے بعد ہندوستان میں 1919 میں علی برادران نے اس تحریک کا اعلان کیا۔اُس وقت مندرجہ ذیل دومقاصد اُن کے پیشِ نظر تھے:

1۔ برطانوی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے تا عثمانی خلافت کے تحفظ کے بارے میں مسلمان رعایا کے جذبات کو پیشِ نظر رکھا جاسکے۔

2۔ترکوں کی مالی اعانت کے لئے چندہ بھجوانے کی کوشش کی جائے۔

یہ قصہ کچھ عجیب سا ہے مگر ہے امرِ واقعہ کہ مشہور ہندو لیڈر گاندھی جی نے بھی تحریکِ خلافت کی بڑے زوروشور سے تائید کی۔ اُنہوں نے 1920 کے لگ بھگ ''ستیہ گرہ'' کی تحریک چلائی تھی جس میں تمام ہندوستانیوں سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ انگریزی حکومت کی ہر شاخ، یعنی تعلیمی اداروں' ملازمتوں' عدالتوں' اعزازی خطابات اور مصنوعات وغیرہ کا بائیکاٹ کریں۔گاندھی جی نے تحریکِ خلافت کی تائید وحمایت کر کے اپنی تحریک کے لئے مسلمانوں کے دل جیت لئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے یونیورسٹی آف کیلیفورنیا کی شائع کردہ کتاب INDIA ایڈیشن 1991 صفحہ 64,63)۔حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے مسٹر گاندھی کی تحریکِ خلافت میں شمولیت سے ایک اور فائدہ اُٹھانے کا ذکر فرمایا ہے:

''خلافت مومنٹ کے ساتھ ہمدردی ظاہر کر کے گاندھی نے بڑی شاطرانہ چال چلی اور دونوں علی برادران کو کانگریس میں کھینچ لیا۔''

(سر ظفراللہ خان کی یادداشتیں صفحہ 21 ناشر اورینٹل پبلشرز ٹورانٹو، کینیڈا)

تحریکِ خلافت بڑے زور و شور سے 1925 تک جاری رہی۔ مارچ 1924 میں جب تُرکی کی پارلیمنٹ نے خلافت کا خاتمہ کر کے خلیفہ کو جلاوطن کردیا تو ہندوستان میں تحریکِ خلافت کی کمر ٹوٹ گئی۔لیکن یہ بڑے قلق کی اور دُکھ کی بات ہے کہ وہ تحریک جو ''خلافت'' کی بقاء اور استحکام سے جذباتی وابستگی کا سہارا لے کر اُٹھی تھی اُس کے عمائدین نے ابنِ سعود کو اشتعال دلایا کہ وہ شریفِ مکّہ کی خلافت کو ہر قیمت پر نا کام کرنے کی کوشش کرے!!

بچہ سقاؤ کا عروج وزوال

امیر امان اللہ خان، والیٔ افغانستان نے اپنے دورۂ یورپ سے واپس آ کر مُلک میں اصلاحات نافذ کرنے کا پروگرام بنایا۔اس امیر کے عہدِ حکومت میں ایک مظلوم اور بے گناہ احمدی،مولوی نعمت اللہ صاحب کو 1924 میں سنگسار کر کے شہید کردیا گیا تھا۔(اسی امیر کو مخاطب کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کتاب 'دعوۃ الامیر' تحریر فرمائی تھی)۔اس سفرِ یورپ کے حوالہ سے امیر امان اللہ خان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ نے فضا اس قدر مسموم کردی کہ اُنہیں اپنے بھائی عنایت اللہ خان کے حق میں دستبردار ہو کر اٹلی بھاگنا پڑا۔ چند دن بعد عنایت اللہ خان کو بھی تخت چھوڑنا پڑا۔اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے ایک غیر مشہور فوجی منظرِ عام پر آیا جس کا اصل نام آج تک ایک راز ہے۔ یہ شخص 'بچہ سقاؤ' (ماشکی کالڑکا) کے نام سے مشہور ہوا۔اس نے جنوری 1929 میں کابل پر قبضہ کر کے 'امیر المومنین امیر حبیب اللہ خان ثانی' کے نام سے اپنی خلافت اور حکومت کا اعلان کر دیا۔ دیہی علاقوں کے سادہ لوح بکثرت اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔

Stephen Turner نے اپنی کتاب میں بچہ سقاؤ کے بارے میں لکھا ہے کہ اُس میں:

''ایک قبائلی سردار کی بجائے ایک ڈاکو کی صفات موجود تھیں''

(Afghanistan, A Military Histroy from Alexander the Great to the Fall of The Taliban, De Capo Publishers, *Ed.* 2002, *P.* 222)

سابقہ حکمرانوں نے افغانستان کی پس ماندگی کو دور کرنے اور سماجی حالت کو بہتر بنانے کے لئے جو اصلاحات کی تھیں، بچہ سقاؤ نے ان سب کو کالعدم کر دیا۔ اس نے علماء کو سر پر بٹھایا اور علماء نے اُسے بانس پر چڑھالیا۔آخرکار نادر خان نامی ایک جرنیل نے بچہ سقاؤ کی حکومت کا خاتمہ کردیا۔اکتوبر 1929 میں بچہ سقاؤ اور اُس کے 16 قریبی معتمدین کو پھانسی دے دی گئی۔اُس کی خلافت کی مدت صرف 9 ماہ بنتی ہے۔

سرزمینِ مصر سے آسمانی بادشاہت کے ظہور کی توقع

مصر فرعونوں کی زمین کے طور پر مشہور ہے۔ اس خطّہ ارض کو بعض جلیل القدر انبیاء سے بھی نسبت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت یوسفؑ اور اُن کے اقتدار کے دور میں حضرت یعقوبؑ وہاں جا کر آباد ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ نے ایک فرعون کو تبلیغ کی۔ اور محکوم و مظلوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی برکت سے آزادی عطا فرمائی۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی وہاں کم سنی میں لے جایا گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس کو تبلیغی خط ارسال فرمایا۔ اُمّ المؤمنین حضرت ماریہؓ کا تعلق اسی سرزمین سے تھا۔ مصر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوا۔ اور نورِ اسلام سے منور ہوا۔ سقوطِ بغداد کے بعد، خلفائے بنوعباس اور فاطمین مصر کے زمانے سے یہ ملک مرکزِ خلافت بھی بن گیا۔

خاندانِ محمد علی کے آٹھویں بادشاہ حسین کامل کے دل میں 1917 میں یہ خیال آیا کہ وہ حسین شریف مکہ کے مقابلہ میں منصبِ خلافت کا زیادہ اہل ہے۔ مگر حکومت برطانیہ کی طرف سے اُسے یہ خیال دل سے نکال دینے کا مشورہ دیا گیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں Mecca مصنفہ F.E.Peters صفحہ 381)

اس واقعہ کے تقریباً چالیس سال بعد بعض سیاسی مدبّروں، دانش وروں اور صحافیوں کو یہ خیال آیا کہ فاروق شاہِ مصر کے ہاتھ پر عالم اسلام کو متحد کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ اسی مُہم کے زیر اثر لاہور کے احراری اخبار ''زمیندار'' نے بھی شاہِ فاروق کی پورے صفحہ کی تصویر دے کر اپنی تسکین کا سامان کیا تھا۔ لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ چند سال بعد جنرل نجیب کی قیادت میں جمال عبدالناصر اور انوارالسادات وغیرہ انقلابی لیڈروں نے فوجی انقلاب کے ذریعے اُنہیں اقتدار سے محروم کر دیا اور بعد میں مصر سے ملوکیت کا خاتمہ کر دیا اور اس طرح ''آسمانی بادشاہت'' کے آغاز کی نوبت نہ آسکی۔

شاہ فیصل بطور مرکزِ اُمید

شاہ فیصل، خاندانِ سعود کے تیسرے فرماں روا تھے جو 1964 سے 1975 تک برسرِ اقتدار رہے۔ اُنہوں نے اپنے عہدِ حکومت میں تیل کی بندش کو بطور ہتھیار استعمال کر کے عالمی سیاست کو بھی متاثر کیا۔ جمال عبدالناصر اور معمر قذافی شاہ فیصل کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو ناپسند کرتے تھے لیکن پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور یوگنڈا کے آمرِ مطلق عیڈی امین اُن کے پُر جوش مدّاحوں میں شامل تھے جو اُنہیں عالمِ اسلام کا خلیفہ اور رہبر بنانا چاہتے تھے۔ فروری 1972 میں لاہور میں منعقد ہونے والی مُسلمان ریاستوں کے سربراہوں کی کانفرنس بعض پہلوؤں سے بڑی دلچسپ ثابت ہوئی۔ اس کانفرنس میں تحریکِ آزادئ فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات کو پہلی مرتبہ سربراہِ مملکت کا پروٹوکول دیا گیا۔ بھٹو صاحب نے اس کانفرنس کے سٹیج سے اپنی تقریر میں یہ اعلان کیا:

''پاکستان کی فوج دراصل اسلام کی فوج ہے اور وہ وقت دُور نہیں جب ہم اپنے بھائیوں کے شانہ بشانہ یروشلم میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔''

(Kingdom - Arabia and House of Saud, Robert Lacey, Ed. 1981, page 419)

کتاب "Man of God" کے مُصنف ایڈم سن نے اس کانفرنس کے ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے:

''یوگنڈا کے نیم پاگل ڈکٹیٹر عیڈی امین نے اس موقع پر تجویز پیش کی کہ شاہ فیصل کو عالمِ اسلام کا خلیفہ مقرر کیا جائے۔ خاندانِ سعود کے خوشہ چینوں اور بہی خواہوں نے اس تجویز کو بڑی محنت سے تیار کیا تھا مگر اس وقت مُسلم ممالک بہت سے داخلی اختلافات میں اُلجھے ہوئے تھے اس لئے اس وقت دُور رس اثرات کی حامل تجویز پر اتفاق رائے نہ ہو سکا''

(Man of God, Iain Adamson, George Shepherd Publishers, Ed. 1990, page 86)

قصّہ مُختصر شاہ فیصل کو اس موقع پر اُمّتِ مُسلمہ کا خلیفہ منتخب نہ کیا جاسکا۔ اپنے اثر ورسوخ اور دیگر صفات ومناقب اور خدمات کے اعتبار سے اُن کا ایک خاص مقام تھا۔ مزید براں وہ ''محافظ حرمین الشریفین'' بھی تھے لیکن اس کے باوجود وہ خلافت کا اعزاز حاصل نہ کر سکے۔ تقریباً 3 سال بعد 25/مارچ 1975 کو اُن کے بھتیجے نے (جو اُن کا ہم نام تھا) اُنہیں عین اُس وقت فائرنگ کر کے قتل کر دیا جب وہ کویتی وفد سے ملاقات کرنے والے تھے۔ بھٹو صاحب کو جنرل ضیاء الحق کا فوجی انقلاب لے ڈُوبا۔ ایک مقدمہ میں ماخوذ کر کے اُنہیں سزائے موت دی گئی۔ عیڈی امین نے ایک کُو (Coup) کے بعد ملک سے فرار ہو کر سعودی عرب میں پناہ لی۔ اب وہ بھی منوں مٹی کے نیچے وہاں خوابیدہ ہیں۔ غرض خلافت کے اُمیدوار اور اُس کے مجوّزومؤیّد سب کا خاتمہ ہوگیا!

جعفر نمیری ''امامِ سوڈان'' کے رُوپ میں

مہدیٔ سوڈان کی وفات کے تقریباً 84 سال بعد سُوڈانی فوج کے ایک افسر' جعفر نمیری، 1969 میں ایک فوجی انقلاب کے بعد ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن بیٹھے کچھ عرصہ بعد انہوں نے سُوڈان کو ایک سوشلسٹ ریاست بنانے کا اعلان کیا۔ ہمسایہ ملک حبشہ اُن دنوں شہنشاہ ہیل سلاسی (Haile Selassie) کے زوال کے بعد کمیونزم اور سوشلزم کا ایک گڑھ بن چکا تھا۔ نمیری صاحب کا وہاں آنا جانا لگا رہا' جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد۔ سوڈان میں سوشلزم کے تسلّط سے سوڈانی کمیونسٹ بہت خوش ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جلد باز کمیونسٹوں نے نمیری کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی مگر اُن کا ''کُو'' ناکام رہا۔ نمیری نے کمیونسٹوں کو بڑی سختی سے کُچل دیا اور بدلے ہوئے حالات میں انہوں نے مذہبی پارٹیوں اور بُنیاد پرستوں کو شیشے میں اُتارا اور ملک میں قانونِ شریعت نافذ کر دیا اور وہ بھی اس شدّت کے ساتھ کہ جنوبی سوڈان' جو عیسائیوں کی اکثریت کا علاقہ تھا' اُسے بھی اس قانون کے تابع کر دیا۔ اُنہیں اُمید تھی کہ وہ علماء مذہبی پارٹیوں اور قانون شریعت کے نفاذ کے طفیل تاحیات ایوانِ اقتدار پر قابض رہیں گے بلکہ ''امامِ سوڈان'' بن کر خلافت کا مقام بھی حاصل کر سکیں گے۔ ایک سرگرم سوشلسٹ کے اقتدار کے لئے 180 ڈگری کے زاویہ پر گھومنا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے ع

میں کُوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

کچھ عرصہ بعد جنوبی سوڈان میں نمیری کی بالادستی کے خلاف بغاوت کا عَلَم بلند ہوا۔ احتجاج کے سیلاب نے ملک کے دوسرے حصوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جنرل سوار الذھب نے فوجی انقلاب کے ذریعے نمیری کو ایوانِ اقتدار سے رخصت کر کے مصر جلاوطن کر دیا۔ طویل جلاوطنی کے بعد حال ہی میں نمیری صاحب کو سوڈان واپس آنے کی اجازت دی گئی ہے تا عُمر کے آخری ایّام خاموشی سے گزار سکیں۔ ''امامت'' اور ''خلافت'' کے حسین خواب تو چکنا چُور ہوگئے البتہ کُوئے یار میں دوگز زمین دفن کے لئے ملنے کی اُمید باقی ہے۔ 1989 میں ایک اور فوجی انقلاب برپا ہوا مگر ''امامِ سوڈان'' کی خستگی میں کوئی فرق نہیں پڑا!

پاکستان میں ایک ''مردِ حق'' کا ظہور وورُود

جنرل ضیاء الحق کو تاریخ پاکستان اُن کی بعض پالیسیوں کی وجہ سے بھلانے کی کوشش کے باوجود نہ بھول پائے گی۔ ان پالیسیوں کی بدولت پاکستان میں منشیات کی سمگلنگ میں بے پناہ اضافہ ہوا' بلکہ نشہ کرنے والوں کی تعداد کا گراف بھی اُوپر گیا۔ کلاشنکوف کلچر کو فروغ نصیب ہوا۔ فرقہ وارانہ کشیدگی اور اسلام کے نام پر استحصال کو دین کی خدمت سمجھا گیا۔ جنرل صاحب نے 1979 میں کُو کے ذریعے اقتدار پر قابض ہونے کے بعد اسلام کے نام پر اصلاحات کا سلسلہ شروع کر دیا، زکوٰۃ اور عُشر کی جبری وصولی اور دفاتر میں باجماعت نماز کا اہتمام وغیرہ۔ اس قسم کے اقدامات کی وجہ سے بعض لوگ اُنہیں ''امیر المؤمنین'' پُکارنے اور لکھنے لگے۔ یہ طرزِ تخاطب اُنہیں بہت اچھا لگا اور دھیرے دھیرے سمجھنے لگے کہ وہ اس منصب کے مُستحق ہیں۔ جماعتِ احمدیہ سے اُنہیں خداواسطے کا بَیر تھا۔ اس تعصب اور نفرت کی وجہ سے انہوں نے احمدیت کو 'سرطان' قرار دیا اور برطانیہ میں سفیر پاکستان نے اُن کا یہ پیغام ایک کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ ملک کا سربراہ، جو تمام شہریوں کی فلاح وفوز اور

حفظ وامان کا ضامن سمجھا جاتا ہے، اپنے ہی وطن کے باسیوں کو 'سرطان' قرار دے کر اُنہیں ختم کرنے کا اعلان کر رہا تھا۔ 26/اپریل 1984 کو انہوں نے 'امتناعِ قادیانیت' کا بدنامِ زمانہ آرڈیننس جاری کیا (آرڈیننس 20) جو میثاقِ مدینہ، اقوامِ متحدہ کے منشور اور خود آئینِ پاکستان کی رُوح سے متصادم تھا۔ جنرل ضیاء 11 سال تک اقتدار میں رہے۔ 17/اگست 1988 کو ایک فضائی حادثے میں اپنے جرنیلوں اور مُصاحبوں کی معیت میں بہاولپور کے قریب جان کی بازی ہار گئے۔ داناؤں کا یہ قول ہر خاص وعام کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے ع

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

جنرل ضیاء الحق یُوں تو کئی نئے اور پرانے حکمرانوں سے مشابہت رکھتے ہیں مگر اُن کا قارورہ سوڈان کے جعفر نمیری سے زیادہ ملتا ہے۔ یہ دونوں حضرات فوجی انقلاب کے ذریعے ایوانِ اقتدار تک پہنچے۔ لمبا عرصہ وہاں سے نکلنے کا نام نہیں لیا۔ خود نہیں نکلے، نکالے گئے۔ دونوں نے طرح طرح کے سیاسی پینترے بدلے اور ڈرامے رچائے۔ مذہبی پارٹیوں کو شیشے میں اُتارا۔ سیاسی عزائم کے لئے مظلوم اسلام کا استحصال کیا۔ ''امام'' اور ''امیر المؤمنین'' کہلانے کے متمنی رہے۔ مذہبی حلقوں کے تائیدی حصار میں ہونے کے باوجود آخر کار اُن کے اقتدار کا سورج غروب ہو گیا۔ تاریخ میں نام تو باقی ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدذکر میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اُفقِ افغانستان پر طالبان کی جلوہ گری

افغان مجاہدین اور اُن کے غیر ملکی رفقاء نے 1978 سے 1992 تک رُوسی قابض فوجوں کے خلاف امریکہ اور اس کے حلیفوں کی نمائندگی میں لمبی جنگ لڑی اور رُوسیوں کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ رُوس کی شکست وریخت تو یقینی ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی غیر دانستہ طور پر امریکہ کے یک قُطبی طاقت بن جانے کی راہ بھی ہموار ہو گئی۔

رُوسیوں کے انخلاء کے بعد مجاہدین کے مختلف دھڑوں میں حصولِ اقتدار کی جنگ چھڑ گئی اور جوتیوں میں دال بٹنے لگی۔ اس طوائف الملوکی کے عالم میں دینی مدارس کے فارغ التحصیل طالبان نے کابل پر قبضہ کر لیا اور پھر آہستہ آہستہ بہت بڑے علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا مگر امن قائم کرنے کے بعد اُنہوں نے اپنی آئیڈیالوجی نفاذِ اسلام کے نام پر ٹھونسنی شروع کر دی۔ Stephen Turner نے طالبان کے ان اقدامات کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ اس صورتِ حال کی صحیح عکاسی کرتا ہے:

''عورتوں کو بے حیثیت کر کے قعرِ گُمنامی میں گرا دیا۔ اُن پر تعلیم اور کام کاج کے دروازے بند کر دئے گئے۔ مختلف جرائم کی سزا کے طور پر ہاتھ، کان اور سر کاٹنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ زنا کی روک تھام کے لئے رجم یا سنگساری کو مؤثر سمجھا گیا۔ ٹیلیویژن دیکھنے، موسیقی سننے، سیٹی مارنے اور پتنگ اُڑانے پر پابندی عاید کر دی گئی۔ اگر کسی عورت کا بازو ننگا ہو جاتا یا سفید رنگ کی جرابیں استعمال کر لیتی تو اُسے مار مار کر لہولہان کر دیا جاتا۔ گھر کی کھڑکیوں کے شیشوں پر سیاہ رنگ کا روغن کرنے کی ہدایت دی گئی۔ طالبان نے معاشرے میں امن تو قائم کر دیا مگر قرونِ مظلمہ کے خوف اور دہشت میں غرق امن''

(Afghanistan, A Military History from Alexander the Great to the Fall of Taliban, De Capo press New York, Ed. 2002, Page 284)

ہمیں شرق وغرب کے میڈیا میں دو متضاد رویّے نظر آتے ہیں۔ بین الاقوامی میڈیا میں طالبان کے ان 'مظالم'' کو اُچھال کر اسلام جیسے امن پسند مُعتدل دین کو رُسوا کیا جا رہا تھا لیکن پاکستان کا وہ پریس جو جہادی تنظیموں کا ہم نوا تھا' ان 'کارناموں کے لئے' طالبان کی قصیدہ خوانی پر کمر بستہ تھا، مُلّا عُمر کو 'امیر المؤمنین' کے خطاب سے نواز چکا تھا۔ مُلّا عُمر گاہے گاہے حضرت رسولِ کریم ﷺ کی طرف منسوب ایک قبا زیب تن کر کے پبلک میں آتے۔ پاکستان کے بعض ناعاقبت اندیش علماء نے یہ پروپیگنڈا بھی کیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ مُلّا عمر کی خواب میں امورِ سلطنت کے بارے میں راہ نمائی فرماتے ہیں۔ اس طرح طالبان کی تمام غلط پالیسیوں اور ظالمانہ اقدامات کی ذمہ داری سید المعصومین ختم المرسلین ﷺ پر ڈالنے کی ناپاک جسارت کی گئی۔ انہی لوگوں نے مُلّا عمر کی حضرت عمرؓ سے مشابہت کے لئے کہانیاں گھڑنا شروع کر دیں۔ قندھار سے فرار کے بعد جب مغربی پریس میں سے خبریں آئیں کہ

مُلّا عمر کے ایئر کنڈیشنڈ محل میں اُن کی بھیڑ بکریاں اور بیل وغیرہ بھی VIP کی طرح رہتے تھے تو اُس وقت پاکستان کے جہادی پریس نے یہ عُذر پیش کیا کہ یہ اقامت گاہ اُسامہ بن لادن نے اپنے معزز میزبان کو نذر کی تھی ورنہ مُلّا صاحب تو بڑے درویش اور سادہ مزاج انسان ہیں۔ اُنہیں ان تکلفات سے ذرا سی بھی رغبت نہیں۔ سقوطِ کابل کے بعد مُلّا عمر نے ایسی زقند بھری کہ قندھار جا کر سانس لیا۔ اور اعلان فرمایا کہ ''قندھار قیامت تک سرنڈر نہیں کرے گا'' مگر قیامت کی یہ گھڑی سات دن کے اندر اندر آ گئی۔ وہ دن اور آج کا دن مُلّا صاحب پا بہ رکاب ہیں۔

اس صورتِ حال پر غالبؔ کا یہ شعر چسپاں ہوتا ہے ؎

وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں رُوشناسِ خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عُمرِ جاوداں کے لئے

مُلّا عمر کی حکومت تو افغانستان میں تھی مگر ''خلافت'' پاکستان کے اخبارات میں اُن کی حکومت کو صرف 3 ممالک، پاکستان، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کو تسلیم کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ باقی 53 مسلم ممالک نے اُن کی خلافتِ حقہ تو دُور کی بات ہے، اُن کی حکومت کو رسماً بھی تسلیم نہ کیا۔ اور جب نیویارک میں 11 ستمبر 2001 کے واقعات کے ردِّ عمل میں افغانستان پر امریکی یورش کے جلد بعد مندرجہ بالا تینوں ممالک بھی اپنی غلطی سے تائب ہو گئے تو مُلّا عمر کو حکومتِ افغانستان کی وزنی صلیب تنہا اُٹھانا پڑی!

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

موجودہ دَور میں ڈاکٹر صاحب کو احیائے خلافتِ اسلامیہ کا سب سے بڑا نقیب کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے 1975 میں ''تنظیمِ اسلامی'' کا اجراء کیا۔ 1991 میں اپنی ''تحریکِ خلافت'' شروع کی جو 1919 میں جاری ہونے والی علی برادران کی 'تحریکِ خلافت' سے مختلف تحریک ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا عقیدہ ہے کہ قیامِ پاکستان ایک مُعجزہ ہے جسے مشیّتِ خداوندی کے تحت خلافتِ اسلامیہ کے احیاء کے لئے ایک خاص کردار ادا کرنا ہے۔ اگر یہ نظریہ وعقیدہ درست ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بر ّصغیر پاک و ہند کے علماء اور مشائخ کی ایک بھاری اکثریت نے اس معجزے کی بھرپور مخالفت کیوں کی؟ اسے ''پلیدستان'' کیوں قرار دیا؟ اس کے لیڈر قائدِ اعظم محمد علی جناح کو ''کافرِ اعظم'' کا خطاب کیوں دیا؟ یہ گتھی ڈاکٹر صاحب ہی سلجھا سکتے ہیں۔ اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ ''علماء اور مشائخ نے پاکستان بنایا''۔

ڈاکٹر اسرار احمد 60 کتابوں اور رسالوں کے مصنّف ہیں۔ اور ایک ٹی وی چینل پر تفسیری پروگرام کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ احیائے خلافت کے حوالے سے وہ اپنی پوزیشن بدلتے رہے ہیں۔ افغانستان پر طالبان کے اقتدار کے دوران انہوں نے اس خیال کی تشہیر کی کہ طالبان کے دم قدم سے خلافتِ اسلامیہ کا احیاء ہو گیا ہے اور اس کا دائرہ عالمِ اسلام پر مُحیط ہو جائے گا۔ سقوطِ کابل و قندھار کے بعد بنگلہ دیش اُن کی اُمیدوں کی آماجگاہ بن گیا کیونکہ وہاں کے لوگ نسلی اعتبار سے ایک ہیں۔ سب بنگالی زبان بولتے ہیں اور تقریباً سب ہی فقہ کے ایک ہی مکتبِ خیال یعنی فقہ حنفیہ پر عمل کرتے ہیں۔ لہٰذا خلافتِ اسلامیہ کا احیاء اُسی ملک سے ہونا چاہیئے لیکن مجھے یہاں بھی کچھ شک سا ہے۔ 23 مارچ 1940 کو برصغیر میں قیامِ پاکستان کا ریزولیوشن ایک بنگالی مُسلم لیگی نے پیش کیا تھا۔ اور سات سال کی قلیل مُدّت میں پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا مگر 25 سال کے اندر اندر پاکستان دولخت ہو گیا اور مشرقی پاکستان نے جُدا ہو کر بنگلہ دیش کا تشخص اختیار کر لیا۔ اور اس طرح دوقومی نظریہ زندہ درگور کر دیا گیا۔ نیشنلزم، سیکولرازم اور پارلیمانی جمہوریت ایسے نظریات ہیں جن کا تھیا کریسی سے میل ملاپ مشکل ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے نتیجے میں یہ کام ہو جائے تو ایک معجزہ سے کم نہ ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب اُمتِ مُسلمہ کی خلافت کا بارِ گراں اُٹھانے کے لئے خود کو موزوں ترین شخصیت سمجھتے ہیں۔ اس نیک کام کے لئے انہوں نے ایک مرتبہ بنفسِ نفیس برطانیہ کا سفر بھی اختیار فرمایا تھا۔ اُنہیں یقین دلایا گیا تھا کہ وہاں اہلِ ایمان بیعت کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر اسرار احمد، مشہور فلسفی شاعر سر محمد اقبال کے بہت بڑے مدّاح ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کا خیال تھا کہ اُمتِ مُسلمہ کی خلافت مسلمان ممالک کی دولتِ مشترکہ کی Revolving صدارت کی شکل میں ممکن ہے۔ ڈاکٹر صاحب مسلسل مایوسیوں کے بعد علامہ اقبال کے

اس نظریہ سے کسی قدر سکینت حاصل کر سکتے ہیں ع

دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

برطانیہ میں قیامِ خلافت کی ایک تازہ ترین کوشش

برطانیہ میں تقریباً 17 لاکھ مسلمان قیام پذیر ہیں جن کی اکثریت تارکینِ وطن ہے۔ ان کی بہت سی تنظیمیں اور دینی مراکز ہیں۔ حالیہ عام انتخابات (منعقدہ 5 مئی 2005) کے موقع پر بعض مسلمان تنظیموں کی طرف سے جمہوریت اور انتخابات کی بھرپور مذمت کی گئی۔ یہاں تک کہا گیا کہ انتخابات میں حصہ لینے سے ووٹر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ حزب التحریر، المہاجرون اور خلافت مُوومنٹ نامی تنظیموں نے بہت زور لگایا اور سمجھانے کی کوشش کی کہ جمہوریت ایک کافرانہ نظام ہے اور مسلمانوں کو صرف اور صرف نظامِ خلافت بحال کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ تمام عالمِ اسلام کے لئے صرف ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیئے۔ (تفاصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے پاکستان ٹائمز اُردو۔ امریکہ 12 مئی 2005، صفحہ 7)۔ اس کے برعکس برطانیہ اور امریکہ میں تقریباً ہر مسلم تنظیم مسلم ووٹروں کو منظم کرنے، انتخابات کی اہمیت اور افادیت واضح کرنے پر کمر بستہ ہے۔ اور صرف اس سیاسی عمل دخل سے مستقبل کو وابستہ سمجھ رہی ہے۔ اس صورتِ حال میں اتحادِ فکر و عمل کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟

برطانیہ کے مسلمان ووٹروں نے ان تنظیموں کی اپیل ردّ کرتے ہوئے انتخابات میں ڈٹ کر حصہ لیا بلکہ 4 مسلمان اُمیدواروں کو ووٹ دے کر کامیاب کیا اور وہ اب برطانوی پارلیمنٹ کے رُکن ہیں۔ ان انتخابات نے برطانیہ کی ''خلافت مُوومنٹ'' کے پُر جوش مگر کوتاہ نظر مجاہدوں کو ایک ہزیمت سے دوچار کر دیا ہے۔ جرمنی میں بھی ایک ایسی ہی تنظیم موجود ہے مگر وہ بھی خوابوں کی دنیا میں رہ رہی ہے۔

مسلسل ناکامیوں کا سبب؟

اس مضمون کے مندرجات سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ، شہزادے، سیاسی لیڈر، سربراہانِ مملکت، جرنیل، علماء مشائخ، مذہبی اور سیاسی تنظیمیں، حتٰی کہ لارڈ کچنر اور گاندھی جی جیسے مسیحی اور ہندو لیڈروں کے تعاون و تائید کے باوجود احیائے خلافت کی یہ تمام کوششیں عملاً ناکام ہوئیں۔ ایک مرتبہ پھر غور فرمائیے کہ 125 سال کے عرصے میں عالمِ اسلام کے مختلف ممالک میں، مختلف اوقات میں، قد آور شخصیات اور بھاری بھرکم تنظیموں نے بھرپور کوششیں کیں مگر نتیجہ ناکامی کے سوا کچھ نہ نکلا بلکہ بنی بنائی 407 سال تک چلنے والی خلافتِ عثمانیہ کو خود ترک پارلیمنٹ نے ختم کر دیا۔ اس سانحہ پر علامہ اقبال نے بھی نوحہ خوانی کی ہے ؎

چاک کردی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مُسلم کی دیکھ، اَوروں کی عیّاری بھی دیکھ

ان ناکامیوں کا سبب کیا ہے؟ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث میں اس سوال کا جواب موجود ہے۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فَتَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَیَکُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ سَکَتَ۔

(مسند احمد جلد 4 صفحہ 273 دارالفکر بیروت و مشکوٰۃ باب الانذار و التحذیر)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اندر نبوت موجود رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوت ہوگی جب تک خدا چاہے گا

پھر اللہ تعالیٰ یہ نعمت بھی اٹھالے گا پھر ایک طاقتور اور مضبوط بادشاہت کا دور آئے گا جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گا پھر اسے بھی اٹھالے گا اور ظالم و جابر حکومت کا زمانہ آئے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دور کو ختم کردے گا اس کے بعد پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی اس کے بعد حضورؐ خاموش ہوگئے۔

اس حدیث میں اُمتِ مسلمہ کے حکمرانوں اور سربراہوں کی مندرجہ ذیل اقسام کا ذکر موجود ہے:

1۔خلفائے راشدین

2۔مضبوط بادشاہ

3۔جابروقاہر بادشاہ

4۔ان ادوار کے بعد خلافت منہاج النبوۃ کا آغاز

تاریخ اسلام محولہ بالا حدیث میں مذکور پیش گوئی کے بدرجہ اتم پورا ہونے کی گواہ ہے۔خلفائے راشدین' حکمرانوں' اور جابروقاہر مطلق العنان بادشاہوں کا ایک گوشوارہ ملاحظہ فرمایئے۔(یہ گوشوارہ تیار کرتے وقت تاریخ اسلام کی بعض چھوٹی علاقائی یا مقامی سلطنتوں کے حکمرانوں کو اختصار کے پیشِ نظر شمار نہیں کیا گیا)

سربراہانِ مملکت اسلامیہ	دَور	تعداد خلفاء، سلاطین
خلفائے راشدین	632 تا 661	4
شاہانِ بنوامیہ (دمشق)	661 تا 750	14
شاہانِ بنوعبّاس (بغداد)	750 تا 1258	37
حکومت بنوعباس (قاہرہ)	1261 تا 1517	18
سربراہانِ سلطنت عثمانیہ	517 تا 1924	36

بنوعباس کے دورِ حکومت میں متوازی حکومتیں:

حکومت بنی امیہ ہسپانیہ	756 تا 1031	16
حکومتِ فاطمینِ مصر	909 تا 1171	14
کل تعداد		139

خلفائے راشدین کا دَور چار'قدیم الاسلام' عشرہ مبشرہ سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام کا دَور تھا۔ امورِ مملکت میں قرآن و سنّت کے احکام کی رُوح کارفرما رہی۔ ایک حدیث کے مطابق یہ مبارک دَور تقریباً30 سال تک مُمتد رہا۔

بنی اُمیّہ کے حکمرانوں میں سے یزید،عبدالملک، ولید اور سلیمان کو چھوڑ کر باقی حکمران وسیع قتل وغارت میں مُلوث نہیں ہوئے۔اس دور میں اسلامی سلطنت کے حدود میں وسعت آئی اور داخلی طور پر کاروبارِ مملکت میں بہتری آئی۔اُمتِ مسلمہ کے پہلے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز خاندانِ بنی اُمیّہ کے ایک حکمران تھے۔اُنہیں کئی مؤرخین نے ''پانچواں خلیفہء راشد'' قرار دیا ہے۔

خاندانِ بنوعباس میں55 حکمران گزرے ہیں۔ ان میں سے بعض نیک ، پرہیزگار اور عادل تھے۔اور خلقِ خدا کی فلاح وبہبود کے کاموں میں منہمک رہے لیکن بعض کے دورِ حکومت میں خوں ریزی،ظلم اور تعدّی کا دور دورہ رہا۔ بعض بزرگانِ دین اور آئمّہ (امام مالک، امام احمد حنبل، امام ابوحنیفہ وغیرہ) اور دیگر اہلِ علم ودانش کو زدوکوب کیا گیا، قید خانوں میں ڈالا گیا۔بعض علماء کو مسئلہ خلقِ قرآن پر اختلاف کی بناء پر بے رحمی سے قتل کردیا گیا۔ظلم اور بربریت کی آگ اکثر شبستانِ شاہی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

چنانچہ درباری سازشوں، بغاوتوں اور سرکشیوں کے نتیجے میں خاندانِ عباسیہ کے 7 حکمران معزول ہوئے۔3 کو اندھا اور5 کو قتل کردیا گیا۔ یہ صورتِ حال اس عہد کے جبر وقہر،ظلم وتعدی اور بدامنی وسفّا کی کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔دوسرے شاہی خاندانوں کے حکمران بھی ظلم اور جَور کی اسی کشتی میں سوار نظر آتے ہیں۔خُونِ ناحق کا ایک دریا رواں دواں نظر آتا ہے۔سلطنتِ ترکیہ کے 36 سلاطین و''خلفاء'' میں سے ایک کو پھانسی دی گئی،2 قتل ہوئے،7 کو معزول کیا گیا اور3 کو دوسرے افرادِ خاندان کے حق میں دستبردار ہونے پر

مجبور کیا گیا۔ پانچویں عثمانی حکمران 'محمد ثالث' نے اپنے بھائیوں کو سیاسی استحکام کی خاطر قتل کروادیا۔

(ملّت اسلامیہ کی تاریخ ' سیر محمود علی قیصر،جلد سوم ایڈیشن 1994 صفحہ 73)

قطع رحمی کی اس بدترین مثال کے بعد عثمانی حکمرانوں کے بھائیوں کا قتل یا کم از کم اُنہیں عمر بھر نظر بند رکھنا ایک دستور العمل قرار پایا۔

''رموزِ سلطنت خویش خسرواں دانند''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت

حدیث شریف کا آخری حصہ بھی بڑی صفائی سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی بعثت سے پورا ہو گیا۔ حضورؑ کی وفات کے بعد 27رمئی 1908 کو جماعتِ مومنین کی حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیرویؓ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے خلافت علی منہاج النبوۃ کے عہدِ نو کی ابتداء ہوئی۔ الٰہی کارواں **قُدرتِ ثانیہ** کی پانچویں تجلّی کی نُور پاشیوں میں شاہراہِ اسلام پر رواں دواں ہے۔

خلافتِ حقہ کے حوالے سے ایک دوسرا پہلو بھی قابلِ غور ہے۔ تقریباً ایک سو سال سے علماء، مذہبی اور سیاسی تنظیمیں، بادشاہ، حکمران، حکومتوں کے سربراہ، جرنیل، سیاست دان، میڈیا، بعض جج، جماعتِ احمدیہ اور اس کے نظامِ خلافت کو تباہ کرنے کے لئے ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے ہیں مگر ایک ہاتھ اس ننھے سے چراغ کی حفاظت کا کرشمہ دکھا رہا ہے ؎

من در حریمِ قُدس چراغِ صداقتم
دستش محافظ است زِہر بادِ صرصرم

اس صُورتِ حال پر حق کے طالبوں کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ ایک طرف ایک صدی سے زائد عرصہ پر پھیلی ہوئی احیائے خلافت کے لئے کی جانے والی کوششیں ناکام ہوئی ہیں۔ دوسری طرف جماعت اور اُس کے نظامِ خلافت کو تباہ کرنے کے لئے ہر تدبیر اور کاوش بروئے کار لائی جاتی ہے۔ اس میں افراد اور ادارے تو ایک طرف، حکومتیں اور بین الاقوامی تنظیمیں بھی کُود پڑتی ہیں مگر مقاصد حاصل کرنے میں نامراد رہتی ہیں۔ یہ جماعت احمدیہ اور اس کے نظامِ خلافت کی سچائی کی دلیل ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسندِ خلافت پر متمکّن ہونے کے بعد دوسرے خطبہ جمعہ میں جماعت کو بشارت دی تھی کہ اب خلافتِ احمدیہ انشاء اللہ کم از کم ایک ہزار سال تک خدمتِ اسلام و قرآن پر کمربستہ رہے گی اور اُسے کوئی بدخواہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی 27رمئی 2005 کے خطبہ جمعہ میں جماعت کو خلافتِ احمدیہ کے شاندار مستقبل کے بارے میں خوشخبری دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدردانی کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر یہ پیش گوئی کی تھی کہ تین صدیوں کے اندر اندر جماعتِ احمدیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اسلام کو دنیا میں غلبہ عطا فرمائیگا۔ ایک صدی تو بیت چُکی ہے۔ باقی دو صدیاں اپنے دامن میں فتوحات اور حسنات سجا کر ہویدا ہوں گی۔ ہماری آنے والی نسلیں ان ایمان افروز نظاروں سے شادکام ہوں گی۔ انشاء اللہ ع

قضائے آسمان ست ایں بہر حالت شود پیدا

❦❦❦❦❦❦

ہم خلافت کے دامن سے لپٹے ہوئے
ہم اطاعت کے جذبوں میں سمٹے ہوئے

ہم سراپا دعا، ہم سراپا وفا
حشر برپا کریں کوئی اہلِ جفا

ڈر نہیں رات کا ، غم نہیں گھات کا
فیصلہ ہو چکا ظلم کی مات کا

پرچمِ صبروایماں اٹھا کر بہم
یوں رَجَز پڑھ کے نکلے قدم بہ قدم

(جمیل الرحمٰن ہالینڈ)

قدرتِ ثانیہ

دوسری قدرت کا آنا ضروری ہے جو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔۔۔سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور بھی وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد20 ص306)

خدا تعالیٰ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے۔ میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔ خدا کے مامور کا وعدہ ہے اور اس کا مشاہدہ ہے کہ وہ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے عجائبات قدرت بہت عجیب ہیں اور اس کی نظر بہت وسیع ہے۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو۔

(خطبات نور صفحہ419)

تمہاری ترقیات خلافت سے وابستہ ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام و نامراد رہے گی۔ جیسا کہ مشہور ہے اسفندیار ایسا تھا کہ اس پر تیر اثر نہ کرتا تھا۔ تمہارے لئے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہوسکتی ہے۔ جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی۔

(درس القرآن المجید مطبوعہ 1921 ص73)

خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے بسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے۔

(الفضل 17/مارچ 1967)

خلافتِ احمدیہ کوکبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"میں آپ کوخوشخبری دیتا ہوں کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ خلافتِ احمدیہ کوکبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام کو پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔اورکوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ اسی شان کے ساتھ نشو ونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے وعدے فرمائے ہیں۔کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی تو دعائیں کریں،حمد کے گیت گائیں اوراپنے عہدوں کی پھرتجدید کریں۔"

(الفضل 28/جون1982)

کامل اخلاص،محبت،وفااورعقیدت کاتعلق

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"دعائیں کرتے ہوئے آپ میری مدد کریں کیونکہ ایک ذات اس عظیم الشان کام کا حق ادانہیں کرسکتی جواللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد فرمایا ہے دعائیں کریں اور بکثرت دعائیں کریں اور ثابت کردیں کہ ہمیشہ کی طرح آج بھی قدرت ثانیہ اور جماعت ایک ہی وجود ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیں گے۔قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑاانعام ہے جس کا مقصد قوم کومتحد کرنا اورتفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوتی ہے۔اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔اگر قدرت ثانیہ نہ ہوتو دین حق کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔پس اس قدرت کیساتھ کامل اخلاص اورمحبت اور وفا اورعقیدت کاتعلق رکھیں۔اورخلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اوراس کے ساتھ محبت کے جذبہ کواس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہ آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کے لئے ایک ڈھال ہے۔۔۔پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہوجائیں۔اس حبل اللہ کومضبوطی سے تھامے رکھیں، ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں پنہاں ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی وناصر ہواور آپ کوخلافتِ احمدیہ سے کامل وفاداری اوروابستگی کی توفیق عطافرمائے۔

(روزنامہ الفضل 30/مئی 2003)

خلیفہءوقت کی اطاعت

حضرت سید محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اپنی ایک فارسی کتاب 'منصبِ امامت' میں اطاعتِ خلیفہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"خلیفہء راشد رسول کے فرزند ولیعہد کے بجائے اور دوسرے ائمہ دین بمنزلہ دوسرے بیٹوں کے۔پس جیسا کہ تمام فرزندوں کی سعادتمندی کا تقاضا یہی ہے کہ جس طرح وہ مراتب پاسداری وخدمت گزاری اپنے باپ کے حق میں اولاد ہوتے ہیں وہ بتمامہ اپنے باپ کے جانشین بھائی سے بجالائیں اور اسے اپنے باپ کی جگہ شمار کریں اور اس کے ساتھ مشارکت کا دم نہ بھریں۔"

(منصبِ امامت صفحہ93)

"جس وقت مواضع اختلاف اورمسائل اجتہاد میں امام کاحکم دوجانب میں سے ایک جانب متوجہ ہوتو ہر مجتہد، مقلد، عالم، عارف اور غیر عارف پر واجب العمل ہوگا۔کسی کو اس کے ساتھ اپنے اجتہاد یا اپنے الہام یا شیوخ متقدمین کے الہام سے تعرض نہیں ہوسکتا۔ جو کوئی حکم امام کے مخالف کرے اور مذکورۃ الصدر امور کے خلاف تمسک کرے تو بے شک عنداللہ عاصی اور اس کا عذر ربّ العٰلمین، انبیائے مرسلین ومجتہدین اور علماء کے حضور میں قابل قبول نہ ہوگا۔اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ اہل اسلام سے کسی کو اس کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔"

(منصبِ امامت صفحہ89)

ہم سب تیرے غلام، تو محبوب یار کا

('وہ بادشاہ آیا' الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جمیل الرحمٰن ۔ ہالینڈ

گلشن میں شور ہے بپا تازہ بہار کا
موسم پھر آگیا نئے قول و قرار کا

چھوڑا ہے سیلِ ہجر نے پسماندگان میں
اک منظرِ وصال بھی ، لیل و نہار کا

آیا ہے بادشاہ سریرِ مسیحؑ پر
بن کر نشان قدرتِ پروردگار کا

پھوٹی ہیں ماہِ نَو سے دعائیں کرن کرن
سنوارا ہے یوں نصیب شبِ تابدار کا

مسرور و مطمئن ہے فضا کُوئے یار کی
دل نغمہ زن ہے اہلِ محبت شعار کا

اک حرفِ غیب لوح سے اترا زمین پر
اور نام بن گیا وہ مرے شہرِ یار کا

عمرِ دراز دے اسے یا ربّ، ہمیں وفا
یکتائے روزگار ہو رشتہ یہ پیار کا

پہنائی اس نے تجھ کو خلافت کی یہ عبا
ہم سب ترے غلام ، تو محبوب یار کا

جو حکم ہو، وہ نذر گزاروں میں سیّدی
اپنا تو کچھ نہیں ہے ترے جاں نثار کا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے خطبات میں

مقامِ مسیحِ موعود علیہ السلام پر نورانی روشنی

سید ساجد احمد، فارگو، نارتھ ڈکوٹا

برصغیر پاک و ہند کے معروف عالمِ دینِ اسلام، الحاج، حکیم، حافظِ قرآنِ عظیم، حضرتِ نورالدین رضی اللہ عنہ نے جو اپنا تن، من، دھن حضرت مرزا غلام احمد، علیہ السلام، مدعیٔ مسیحیت، پہ وار دیا تو اس لئے کہ انہوں نے مسیح موعود اور مہدیٔ معہود کے مقام کو خوب پہچان کر اس دُرِّ بے بہا کی قدر کرنے کی حتی المقدور سعی کرنے کی ٹھانی۔ مسیحِ پاکؑ نے آپ کے علمی تبحر اور فدائیت، دونوں کا برملا اعلان عام فرمایا۔ آپ نے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی زندگی میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم مقام کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار بڑی وضاحت اور پُر ایمان یقین کے ساتھ ایسے فرمادیا کہ کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ جہاں جماعت احمدیہ کے لئے ان کے ارشادات تقویتِ ایمان کا باعث ہیں وہاں خاص طور پر اہلِ لاہور کے لئے، جو حضرت مسیح موعودؑ کے مقامِ نبوت کو قبول نہیں کرنا چاہتے، آپ کے ارشادات میں نورِ ہدایت کی ایک ابدی نورانی روشنی ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی ہے۔ حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے اکثر خطبات کتابی شکل میں خطبات نور کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ گو آپ کے سب خطبات معرض تحریر میں لا کر محفوظ نہ کئے جا سکے، تاہم اس مجموعے میں آپ کے علم و فضل اور ایمان و یقین کا ایک بحرِ بےکراں موجیں مار رہا ہے اور یہ مجموعہ قارئین کے لئے پُرلطف دعوتِ عرفان ہے۔

جہاں یہ مجموعہ متنوع موضوعات پر علم و عرفان کا نور سمیٹے ہوئے ہے، وہاں اس مجموعے میں مقامِ مسیح موعودؑ کا بھی بڑے احسن طریق پر بیان ہوا ہے۔ اس تحریر میں چند اقتباسات بترتیب زمانی قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

{1902}

1902 میں حضرت قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

’’اور پھر کیا بلحاظ اس انعام اور فضل کے جو ہم پر اللہ تعالیٰ نے کیا کہ تیرہ سو برس سے جس کے دیکھنے کو ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں مخلوق کی آنکھیں ترستی گئی ہیں اور امت کے صلحا اور اولیاء اور علماء ربانی جس کو سلام کہتے گئے، ہم نے اس کا زمانہ پالیا۔ اور پھر جس سے اکثر لوگوں کی بدبختی نے انہیں محروم رکھا ہمیں اس کی غلامی کا شرف عطا فرمایا اور اس طرح پر ہم پر وہ انعام کیا کہ جیسے اولین میں ایک نبی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھا، آخرین میں بھی اسی طرح آپ کا تابع نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔ اس لئے جب ہم پر یہ انعام، یہ فضل ہوئے ہیں تو اور بھی زیادہ ہمیں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔‘‘

(خطبات نور، صفحہ 102، خطبہ نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، 12 ستمبر 1902)

اس بیان میں آپ نے واضح طور پر حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کے تابع نبی ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور آپ کے لئے نبی کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور آپ کی غلامی کی قدر بیان فرمائی ہے۔

اسی خطبہ میں آپؓ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

’’اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔ اور اب کوئی نبی اور رسول

آپؑ کے سوانہیں ہوسکتا۔اس وقت بھی جو آیا وہ اس کا غلام ہی ہو کر آیا ہے۔''

(خطبات نور، صفحہ 103۔104، خطبہ نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، 12 ستمبر 1902)

اس بیان میں، جیسا کہ آپ کا طرزِ کلام تھا، آپ نے بڑے ہی مختصر الفاظ میں مگر انتہائی جامعیت کے ساتھ ختم نبوت کے بارے میں جماعت احمدیہ کا مؤقف واضح فرما دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں ارشاد فرمایا۔ یہ ممکن نہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اتفاق نہ ہوتا، یا یہ بیان آپ کے مؤقف سے ہٹ کر ہوتا اور آپ خاموش رہتے اور غلط بات کی تردید نہ فرماتے۔ چنانچہ بلا ریب یہی مؤقف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا، جس کا ذکر مسیح موعود علیہ السلام نے واضح طور پر اپنی کئی کتب، مثلاً حقیقۃ الوحی، نزول المسیح، تجلیات الٰہیہ وغیرہ میں فرمایا، اور جو خلافتِ حقہ احمدیہ کے ذریعہ سے جماعتِ احمدیہ میں بفضلِ خداوندِ عظیم قائم رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہے گا۔ یہی وہ مؤقف ہے جو مصلح موعود، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پیش فرمایا اور یہی مؤقف ہے جو جماعت احمدیہ کا طرہ امتیاز ہے۔ یہی مؤقف حیاتِ اسلام کی نشانی ہے کہ اب صرف چشمہ محمدی فیضانِ الٰہی کا منبع ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کی یہی صحیح تشریح ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے یہاں بیان فرمائی ہے۔

یہاں یہ بات بھی بہت ہی قابلِ غور ہے کہ مندرجہ بالا دونوں بیانات جن میں نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے نکاح کے موقع پر دیئے گئے ہیں۔ اس مضمون میں دیا گیا آخری حوالہ، جس میں لفظ نبی استعمال ہوا ہے، وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے نکاح پر دیئے گئے خطبے میں سے ہے۔ اس طرح حضرت نور الدین رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کو اس طرف پر حکمت طریقے سے متوجہ فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حقیقی مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے ذریعے ہی دنیا میں قائم ہوگا۔ اس بات کی پرزور تائید ایک اور بیان سے ہوتی ہے جو حضرت حکیم نور الدین رضی اللہ عنہ نے 1906 میں دیا اور جس کا ذکر آگے بالترتیب سال 1906 میں ہے۔

﴿1904﴾

1904 میں آپ عید کے خطبہ کے دوران فرماتے ہیں:

بعض وقت لوگوں کے اعمال ایک مامور کو بھی مشکل میں ڈالتے ہیں۔ اس لئے تم لوگوں کو فکر چاہئے کہ ایک شخص مامور مرسل تم میں موجود ہے۔ تم نے اپنی برادری اور قوم اور خویش و اقارب کی پروا نہ کر کے اس کے ہاتھ پر خود کو فروخت کر دیا ہے۔ اگر تم میں وہی بلائیں اور ظلمتیں موجود ہیں جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ والوں میں تھیں تو تم اس کے راستہ میں روک ڈالتے اور خود فیض سے محروم رہتے ہو۔

(خطبات نور، صفحہ176۔177، خطبہ عید الفطر، 9 دسمبر1904)

اس خطبہ میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے مرسل کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

﴿1905﴾

1905 میں خطبہ عید میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

غرض ہر حکم الٰہی میں اس کو سوچنا پڑتا ہے کہ دین کو مقدم کرتا ہوں یا دنیا کو۔ کسی تقریر اور چالاکی سے کام لے رہا ہوں یا سچے اخلاص سے۔ اپنے ہر قول اور فعل کی پڑتال کرے کہ واقعی خدا تعالیٰ کے لئے ہے یا دنیوی اغراض اور مقاصد پیش نظر ہیں۔ پس اپنے اس بڑے عظیم الشان معاہدہ کو اپنے پیشِ نظر رکھو۔ یہ معاہدہ تم نے معمولی انسان کے ہاتھ پر نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کے مرسل مسیح و مہدی کے ہاتھ پر کیا ہے۔

(خطبات نور، صفحہ187، خطبہ عید الاضحیٰ،16 ؍فروری 1905)

اس خطبہ میں پھر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے مرسل کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ گویا پچھلے دو حوالوں کی رو سے آپ نے دوستوں کو خاص عید کے مواقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رسالت اور من جانب اللہ ہونا یاد کرایا کہ ہر سال عیدیں آئیں گی اور ہر عید احمدیوں کے لئے مقبولیتِ مقامِ مسیحِ

پاک میں ترقی کی نوید سعید لئے ہوئے آئے گی اور ہر عید بفضلِ خدا صداقتِ احمدیت کے چمکتے نشانات اپنے دامن میں لئے عالمِ احمدیت کے لئے خوشیوں سے بھر پور ایک حقیقی عید ہوگی، اِنشاء اللہ تعالیٰ، اور جیسے عید بار بار آتی ہے، ایسے ہی جماعت احمدیہ پر فیضان الٰہی کی باران رحمت بھی، لحہ بہ لحہ، روز بروز، سال بسال، مسلسل برستی چلی جائیں گی۔

1906

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اور فرزند (میاں شریف احمد صاحبؓ) کے نکاح کا اعلان فرماتے ہوئے ایک بہت ہی قابل غور وتدبر ارشاد فرماتے ہیں:

’’پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے آدم کو پیدا کیا اور اس سے بہت مخلوق پھیلائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات پر اس کا خاص فضل ہوا۔ اور ابراہیم کو اس قدر اولاد دی گئی کہ اس کی قوم آج تک گنی نہیں جاتی۔ اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے امام کو آدم کہا ہے اور بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا کی آیت ظاہر کرتی ہے کہ اس آدم کی اولاد بھی دنیا میں اسی طرح پھیلنے والی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ بڑے خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے تعلقات اس آدم کے ساتھ پیدا ہوں۔ کیونکہ اس کی اولاد میں اس قسم کے رِجَال اور نِسَاء پیدا ہونے والے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حضور میں خاص طور پر منتخب ہو کر اس سے مکالمات سے مشرف ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ۔‘‘

(خطبات نور، صفحہ 240، خطبہ نکاح میاں شریف احمد صاحب، 15 نومبر 1906)

حضرت نور الدین رضی اللہ عنہ نے یہاں ایک عظیم پیشگوئی کا ذکر فرمایا ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک وقت سے مسلسل پوری ہوتی چلی آ رہی ہے۔ اولادِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقام مسیح موعودؑ کو حضرت نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح شروع سے ہی پہچان لیا، اولادِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرتِ نور الدین رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مؤید ہوئی، اور حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے فرمائے ہوئے ختم نبوت کے حقیقی اور ارفع و اعلیٰ معانی کی روشنی میں ادراکِ مقامِ مسیح موعودؑ حاصل کیا اور اس کی معلن ہوئی۔ انہی کو خدا تعالیٰ نے مقام مسیح موعود کو نیک دلوں میں جاگزیں کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے چنا، اور ہماری کیا ہی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے موجودہ امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انہی فرزند حضرت مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ کی مبارک اولاد میں سے ہیں، جن کے نکاح پر حضرتِ نور الدین رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا عظیم الشان پیشگوئی فرمائی۔ اس پیشگوئی کا پچھلے سو سال پورے ہوتے چلے جانا بھی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی صداقت کا زندہ و پائندہ نشان ہے۔

1908

حضرت نور الدین رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی کے نکاح کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

’’اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں اور اب کوئی نبی اور رسول آپ کے سوا نہیں ہوسکتا۔ اس وقت بھی جو آیا وہ آپ کا خادم ہو کر آیا ہے۔‘‘

(خطبات نور، صفحہ 286، خطبہ نکاح صاحبزادی مبارکہ بیگم صاحبہؓ، 17 فروری 1908)

آپ نے اپنے خطبات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اکثر امام اور مامور کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، لیکن بڑی خصوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا اعلان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے خطبات نکاح پر فرمایا ہے، جیسا کہ اس حوالے اور اس مضمون کے شروع میں دیئے گئے دو حوالوں سے ظاہر ہے، کیونکہ قیامِ مقامِ مسیحِ پاک اور دوامِ پیامِ مسیحِ محمدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد نے مرکزی کردار ادا کرنا تھا، اور آپ یہ بات ان کے ذہنوں میں بخوبی جاگزین کرانا چاہتے تھے۔ اس حقیقت کا ظہور جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ سے بخوبی ظاہر و باہر ہے، اور اہل نظر و ہمت کے لئے لمحۂ فکریہ ہے اور ایک عام دعوتِ قبولِ حق ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔

اطاعت

اہمیت اور تقاضے

ڈاکٹر ظفر وقار کاہلوں، ٹورانٹو، کینیڈا

اطاعت اپنی مرضی، خواہش اور ذاتی رائے کو کسی دوسرے کی خاطر چھوڑ دینے اور اُسکی بات پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔ جس کی اطاعت کی جاتی ہے اُسے مطاع کہا جاتا ہے اور اطاعت کرنے والا مطیع یا اطاعت گزار کہلاتا ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے اطاعت کی مختلف اقسام اور مخصوص حدود و قیود ہوا کرتی ہیں جن کا تعین مطاع اور مطیع کا باہمی معاملہ ہوتا ہے۔ جیسے کسی دفتر میں سب کام کرنے والوں پہ لازم ہوتا ہے کہ وہ ملازمت کے اوقاتِ کار میں دفتر کے انچارج کی تمام دفتری معاملات میں مکمل اطاعت کریں لیکن باقی معمولاتِ زندگی میں دفتر کے انچارج کی ہدایات کی پابندی کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ ایک مُلک کے شہریوں پہ اس مُلک کے ٹریفک، ٹیکس اور دیگر جملہ قوانین کی اطاعت لازم ہوتی ہے جبکہ ایک مذہب کے پیرو ہونے کے ناطے اطاعت کا دائرہ تمام تر معمولاتِ زندگی پہ محیط ہوتا ہے۔ مذہب کے پیروکار روزمرّہ جملہ اُمور میں اپنے مذہبی راہنما کی ہدایات پہ عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں اطاعت کے مختلف پہلوؤں کو مختصراً زیرِ بحث لانے کے بعد جماعتِ احمدیہ کے نظام میں اطاعت کا معیار بلند کرنے کے بارہ میں چند بنیادی اصولی اُمور کا تجزیہ کیا جانا مقصود ہے۔

کائنات میں ہر پیمانہ پہ اطاعت کی کارفرمائی

ہماری زمین کروی شکل رکھتی ہے اور ایک خاص رفتار کے ساتھ سورج کے گرد ایک مقررہ فاصلے پہ ایک بیضوی مدار میں چکر لگاتے ہوئے خلا میں مسلسل مُتحرک ہے جبکہ زمین کے باسی اسکو ساکن اور سورج چاند کو حرکت کرتا ہوا محسوس کرتے ہوئے اس پہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ زمین کی گردش کے نتیجے میں سال کے مختلف موسم بنتے ہیں اور مختلف اجناس اور پھل ان موسموں میں پیدا ہوتے ہیں۔ زمین سورج کے گرد چکر لگانے کے ساتھ ساتھ بذاتِ خود بھی ایک خاص رفتار سے اپنے محور کے گرد گھوم رہی ہے۔ زمین کے اس گھومنے کی وجہ سے دن رات بنتے ہیں۔ ہماری زمین کے علاوہ مختلف جسامت کے بعض اور سیارے بھی ہیں جو خلا میں سورج کے گرد مختلف فاصلوں پہ اپنے اپنے مداروں میں مختلف رفتاروں سے اپنے محوروں کے گرد گھومتے ہوئے چکر لگا رہے ہیں۔ ہمارا یہ نظامِ شمسی ایک کہکشاں کا بہت ہی چھوٹا سا حصہ ہے اور اس کہکشاں میں محوِ سفر ہے یہ کہکشاں خلا میں خود ایک بڑی کہکشاں کے گرد گھوم رہی ہے۔ اس طرح کی لاتعداد چھوٹی بڑی کہکشائیں ہیں جو اس وسیع و عریض کائنات میں مسلسل محوِ گردش ہیں اور سب کی سب ایک مربوط و منظم نظام کی کامل اطاعت کر رہی ہیں۔ اس اطاعت کی وجہ سے یہ سارا عظیم الشان نظام رواں دواں ہے۔ کائنات کے وسیع و عریض نظام کے علاوہ مادے کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے ایٹم کو لے لیں جو آنکھ سے نظر تک نہیں آتا اِس میں بذاتِ خود کئی چھوٹے ذرات ہیں۔ پھر ایٹم کے مرکز نیوکلیس کے باہر ننھے مُنّے الیکٹرانوں کے جُھرمٹ ہوتے ہیں جن کی تعداد ہر مخصوص ایٹم کے سائز کی مناسبت سے کم و بیش ہوتی ہے۔ یہ الیکٹران مختلف مداروں میں ان مداروں کے سائز کے مطابق اپنی تعداد کم یا زیادہ کرتے ہوئے ہمہ وقت محوِ گردش رہتے ہیں۔ الیکٹران نیوکلیس کے گرد اپنے مداروں میں گھومنے کے علاوہ اور کام بھی بجا لا رہے ہوتے ہیں۔ ان کاموں میں خود گھومنا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ الیکٹران خاص شرائط کے تحت اپنے مخصوص مدار سے چھلانگ کر دوسرے مداروں میں چلے جائیں اور پھر واپس اپنے مدار میں واپس آجائیں تو لیزر اور دیگر ایجادات کیلئے بنیادی پلیٹ فارم مہیا ہوتا ہے یہ سب کُچھ ایک نظام اور قانون کی مکمل اطاعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہوتا ہے۔ الغرض چھوٹے بڑے ہر پیمانہ پہ درکار مخصوص نظام کی اطاعت ہو رہی ہے اور

انسانیت اس سے فیضیاب ہورہی ہے۔ پھر خود انسانی جسم قدرت کی صناعی کا ایک حیرت انگیز شاہکار ہے جس میں مختلف نظام باہمی ہم آہنگی کو بروئے کار لاتے ہوئے کامل اطاعت کے تحت اپنے اپنے مفوضہ کام بجالا رہے ہوتے ہیں اور انسان صحت مند اور توانا رہتا ہے۔ یونہی کہیں اطاعت میں رخنہ آئے انسان بیمار پڑ جاتا ہے مثلاً کینسر میں انسانی جسم کے بعض خلیے (cell) جسم کے باقی نظام سے بغاوت کرتے ہوئے از خود بڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنے حصے سے زیادہ خوراک غصب کرتے ہیں اگر ایسے باغی سیلز والے حصہ کا علاج نہ کیا جائے تو پورا انسانی جسم ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس طور یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی نظام کی بقاء اور بہترین کارکردگی کیلئے اطاعت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

مذہب کے توسط سے اللہ کی اطاعت

اشرف المخلوقات انسان کی پیدائش پہ اللہ کے حکم پہ فرشتے سجدہ ریز ہوئے مگر ابلیس نے سجدہ بجالانے سے انکار کر دیا کہ میں انسان سے افضل ہوں۔ یوں انسانی پیدائش پہ اوّلین مرحلہ اطاعت کا پیش ہوا اور فرمانبرداری فرشتوں کا خاصہ اور نافرمانی ابلیسیت کا دوسرا نام ٹھہرا۔ ابلیس نے انسانوں کو ورغلانے اور اللہ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکال کر اپنے ساتھ ملانے کا مشن سنبھال لیا۔ دوسری طرف ابلیس کی بظاہر خوشنما مگر دراصل انتہائی غلیظ، گندی اور خطرناک چالوں سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء دُنیا میں بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا تا وہ انسانوں کو اللہ کی اطاعت اختیار کرنے کا درس دیں۔ خوش بخت انسان انبیاء کی آواز پہ لبیک کہہ کر اللہ کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے اُن کی جماعت میں شامل ہوتے رہے۔ دوسری طرف شیطان اور اُسکے پیرو مسلسل اپنی کوششوں میں سرگرداں رہتے رہے کہ انبیاء کی جماعت کے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اللہ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکال سکیں۔ انبیاء اپنی جماعتوں کو مسلسل درسِ اطاعت دیتے رہے ہیں۔ انبیاء کی وفات کے بعد اُن کی قائم کردہ جماعت کے سربراہ اور آگے درجہ بدرجہ سب عہدہ داران اس جماعت کے جملہ افراد کو دائرہ اطاعت کے اندر رہنے کا درس دیتے رہے۔ انبیاء کی جماعتوں کی طرف سے ساتھ تبلیغی کوششیں بھی جاری رہیں جن کا ایک مقصد مزید لوگوں کو ابلیس کے چنگل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جُوئے کے نیچے لانا رہا۔ دُنیا کے سبھی مذاہب اپنے اپنے علاقہ اور وقت میں یہ مشن لیکر آتے رہے ہیں یہاں تک کہ دُنیا ایک عالمگیر اور دائمی مذہب کی پیاس محسوس کرنے لگی۔ تب اللہ تعالیٰ نے وہ پیارا مذہب اپنے محبوب رسول ہادیٔ دو جہاں محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذریعہ اسلام کی شکل میں نازل کیا۔ اب اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہادیٔ دو جہاں ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے حقیقی مسلمان بننے سے مشروط ہے۔ دُنیوی اُمور میں مُلکی قوانین پہ عمل کرنا اطاعت کی ایک شکل ہے لا مذہب اور دُنیا دار شخص عموماً ایسی اطاعت سزاؤں اور جرمانوں سے بچنے کیلئے کرتا ہے جبکہ ایک مسلمان ایسی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت گردانتے ہوئے بجالاتا ہے۔

اسلام میں اطاعت کا مقام و مرتبہ

دینِ فطرت اسلام جو سب علاقوں اور سب زمانوں کیلئے ہے یہ انسانوں کو ابلیس کے گندے باغیانہ حملوں سے بچانے اور ہر قسم کے خطرات کے طوفانوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حسین دائرہ میں لانے کی غرض سے نازل ہوا ہے۔ اسلام کا عربی ماخذ سَــلِــمَ ہے جس کے معنی امن، خالص پن، فرمانبرداری اور اطاعت کے ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اسلام کا مطلب اللہ کی رضا پہ سر جھکا لینا اور اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ چونکہ انسان سے کمزوریوں اور خطاؤں کے سرزد ہونے کا احتمال ہمیشہ رہتا ہے لہٰذا قدم قدم پہ وہ اللہ تعالیٰ کے رحم اور مغفرت کا حاجت مند ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات جو قُرآنِ کریم اور احادیث میں مذکور ہیں اُن پہ عمل کرنا اللہ کی اطاعت میں آنے کا ہی نام ہے اور جو لوگ شب و روز ہر معاملہ میں کامل طور پہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل و کرم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ہر شخص کا اطاعت اختیار کرنے کا معیار مختلف ہوتا ہے اِسی معیارِ اطاعت کی مناسبت سے ہر شخص الٰہی انعامات کا مورد بنتا ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری کے تمام طریق اور تفاصیل کا اوّلین ماخذ و منبع اللہ تعالیٰ کا پاک کلام قُرآنِ مجید ہے پھر پیغمبرِ اسلام کا نمونہ اور فرمودات جو سنت و حدیث کی شکل میں ہیں وہ سب اطاعت کا مجسم درس ہیں۔

اسلام میں اطاعت رضا کارانہ ہے اور اس کا محرّک جذبۂ ایمانی اور محبتِ الٰہی ہے

دُنیوی معاملات میں اطاعت عموماً کسی کے ڈر، رعب یا کسی وقتی لالچ وغیرہ کی بناء پہ باعثِ مجبوری ہوا کرتی ہے۔مگر اسلام میں اطاعت کا جو تصور ہے وہ یکسر مختلف ہے۔ اسلام میں اطاعت اگرچہ ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتی ہے مگر اس ضمن میں کسی قسم کے جبر روا رکھے جانے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ایمانیات اور عبادات کے ضمن میں عدم اطاعت کی صورت میں کسی بدنی سزا کا کوئی ادنیٰ سا تصور بھی اسلام میں نہیں ہے۔ ہاں البتہ مومنین کو خبردار کرنے اور یاددہانی کرانے کی غرض سے اطاعت کی ضرورت، حکمت اور برکات سے ضرور آگاہ کیا جاتا ہے۔جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"تو کہہ! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو پس اگر وہ پھر جائیں تو اِس (رسول) پر صرف اس کی ذمہ داری ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے اور تم پر اس کی ذمہ داری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف بات کو کھول کر پہنچا دینا ہے۔"

(النور: 55)

"جو رسول کی اطاعت کرے تو سمجھو کہ اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو لوگ پیٹھ پھیر گئے تو یاد رہے کہ ہم نے تجھے اُن پہ نگہبان بنا کر نہیں بھیجا"

(النساء:81)

اسلام کے شرعی قوانین جن سے روگردانی عدم اطاعت کے زمرے میں آتی ہے اُن کے نفاذ کے سلسلے میں باقاعدہ سزائیں شریعت میں موجود ہیں اور اُن کا بنیادی تعلق معاشرتی اصلاح سے ہے۔ مثلاً قتل، اغوا، زنا، ڈاکہ، چوری، قذف وغیرہ جرائم کی سزائیں۔ ایسے جرائم کیلئے دُنیا کا ہر مُلک اور مذہب سزائیں تجویز کرتا ہے۔ جرائم پہ شریعت کی عائد کردہ سزاؤں پہ عمل درآمد کرانا عدالتوں اور حکومتوں کا کام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کے زُمرہ میں آتا ہے جو ظالموں کو سزا دینے جبکہ مظلوموں اور کمزوروں کی حفاظت اور داد رسی کی غرض سے ہے تا لوگ امن وامان کے ساتھ محفوظ زندگی گزار سکیں۔

اطاعت کا دائرہ کار اور برکت

نیکی اور اچھائی کی باتوں کے علاوہ روزمرہ کے معاملات میں بھی اطاعت لازم ہے لیکن اگر کوئی حاکم یا عہدہ دار کسی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو معصیت پہ مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے زُمرہ میں آتی ہے تو ایسی صورت میں اطاعت کرنی غیر واجب ہو جاتی ہے کیونکہ ایسی بات پہ عمل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر نکلنے کے مترادف ہوگا۔ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا امام کی اطاعت اور فرمانبرداری ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے خواہ وہ امر اس کیلئے پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ جب تک وہ امر معصیت نہ ہو لیکن جب امام کھلی معصیت کا حکم دے تو اس وقت اسکی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کی جائے۔ (ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الاطاعۃ)۔ اطاعت کے نتیجہ میں روزمرّہ کے جملہ اُمور کے فیصلے قرآن وسُنت کی روشنی میں متفقہ طور پہ طے پاتے ہیں، ذاتی وانفرادی مفادات کی بجائے قومی اور اجتماعی مفادات کا خیال رکھا جاتا ہے اور صبر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتے ہوئے باہمی اتفاق واتحاد سے طاقت وقوت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس عدم اطاعت کے نتیجہ میں سب طاقت و رعب جاتے رہتے ہیں اور مایوسی ہاتھ آتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے رہا کرو اور آپس میں اختلاف نہ کیا کرو (اگر ایسا کرو گے) تو دل چھوڑ بیٹھو گے اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی اور صبر کرتے رہو اللہ یقیناً صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔"

(انفال: 47)

اطاعت کا اجر

اطاعت کے اجر کا انحصار اطاعت کے محرک پہ ہوتا ہے۔ اطاعت کے محرکات مختلف ہوسکتے ہیں۔ اطاعت جبری ہوسکتی ہے جیسے ایک قیدی یا غلام اپنے مالک کی اطاعت پہ مجبور ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر کسی کی اطاعت کرتا ہے تو اُسکی اطاعت اپنی دلی رضا اور ذاتی خوشی کی بنا پہ بھی ہوسکتی ہے تا جس ہستی کی

اطاعت کی جاتی ہے اُسکا مزید پیار اور رضا حاصل ہو یا پھر وہ شخص اس لئے اطاعت کرنے پہ مجبور ہوگا کہ عدم اطاعت کی صورت میں سزا کا خوف دامنگیر ہوگا۔ بعض صورتوں میں اطاعت کا محرک محض وقتی لالچ اور فائدہ کا حصول ہوا کرتا ہے۔ کسی ہستی کی اطاعت اُسکی محبت وعشق میں مست ہوکر طبعی جوش و جذبہ اور ذاتی خوشی سے کرنے کی مثال اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی جماعتوں میں شامل ہونے اور اُن جماعتوں کے نظام کی اطاعت کی صورت میں ہوتی ہے۔ جبری اطاعت کی مثال ایک کمزور بے بس قیدی یا غلام کی اپنے قہّار وجبّار مالک یا آقا کی اطاعت کرنے سے دی جاسکتی ہے جبکہ گدھے کو باپ بنانے کا محاورہ ذاتی مفاد اور لالچ کی خاطر اطاعت کرنے والی صورتِ حال پہ صادق آتا ہے۔ ایک طالب علم مجبوری لالچ اور خوف کی وجہ سے اپنے استاد کا مطیع وفرمانبردار بن سکتا ہے کہ اُستاد اُسے فیل نہ کرے اور یہ کہ اُسے اچھے نمبروں میں پاس کردے۔ لیکن اگر ایک دوسرا طالب علم اپنے اُستاد کی دلی عزت واحترام اور محبت کے جذبہ کے تحت اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے تو بظاہر تو دونوں طالب علم اپنے اُستاد کے فرمانبردار ہیں مگر اُن میں واضح فرق ہوتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ یہ فرق نمایاں تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اُستاد نے کئی سالوں پہ محیط عرصہ میں زندگی کے مختلف ادوار میں شدید محنت سے حاصل کیا ہوا اپنا قیمتی علم شاگرد کو عطا کرنا ہوتا ہے۔ اُستاد جس کا علم اور تجربہ شاگرد سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے اُس کیلئے اپنے شاگرد کی اطاعت کے محرک کو سمجھنا چنداں مُشکل نہیں ہوتا اور وہ اپنے حقیقی اطاعت گزار طالب علم کو ہر ممکن طریق اور ذریعہ سے اپنے علم سے زیادہ سے زیادہ مستفیض کرنے کی سعی کرتا ہے۔ دوسری طرف بہ امرِ مجبوری اطاعت کرنے والا طالب علم عموماً اپنے اُستاد سے بمُشکل واجبی سا علم حاصل کرتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ عمومی طور پہ جو شاگرد اپنے استاد کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کمزور ہوگا وہ اپنے استاد کی باتوں کو غور وفکر سے نہیں سُنے گا اور وہ علم حاصل کرنے میں بھی اُسی نسبت سے کمزور ہوگا۔ ایسا طالب علم اکثر صورتوں میں علم کے حصول کا سفر ادھورا چھوڑ جاتا ہے اور عموماً زندگی میں اعلیٰ کامیابی حاصل نہیں کر پاتا۔ کسی ادارے میں جب لوگ ملازمت پہ لئے جاتے ہیں تو عموماً اُنہیں ادارے کے سربراہ کی طرف سے اُن کی تعلیم، تجربے اور کام کی مناسبت سے تنخواہ ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ ایک شخص اگر ادارے کے جُملہ اُمور میں سربراہ کی ہدایات کی ہر ممکن اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے بھر پور محنت، لگن اور توجہ سے اپنے مفوضہ کام کو احسن طور پہ ادا کرے تو نہ صرف یہ کہ اُس کی تنخواہ بڑھتی جاتی ہے بلکہ وہ اس ادارے کا ایک اٹوٹ انگ بن جاتا ہے لیکن جو شخص ادارے کے سربراہ کی اطاعت کرنے میں سُست اور لاپرواہ ہو اُسے ملازمت سے فارغ کر دیا جاتا ہے بیشک وہ اعلیٰ قابلیت کا مالک اور محنت کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔

اطاعت کا بے مثال درس پنجوقتہ نماز

اطاعت وفرمانبرداری کا بہترین اظہار نمازِ باجماعت میں ہوتا ہے۔ نماز اطاعت وفرمانبرداری کا عملی درس دیتی ہے۔ نماز میں امام کی کامل پیروی میں سب نمازی ہر رکنِ نماز بجالاتے ہیں۔ پانچوں وقت کی ہر نماز، ہر نماز کی ہر رکعت اور ہر رکعت کا ہر رکن جیسے قیام، رکوع، سجدہ اور باقی سب ارکان ہیں جو نمازی کو روز مرّہ اُمورِ حیات میں اطاعت وفرمانبرداری کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہ نماز ہے جو ارکانِ اسلام میں سے ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان اور کافر میں تمیز کرتی ہے اس طور نماز کو اس کی اصل روح کے ساتھ پڑھنے والے لوگوں پہ یہ عیاں ہوتا ہے کہ اطاعت مسلمان کی اور عدم اطاعت کافر کی پہچان ٹھہرتی ہے۔

تقویٰ اور اطاعت! باہمی تعلق

مذہب اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس پہ عمل دُنیوی اور اُخروی فلاح کا ضامن ہے جو تقویٰ کے بجُز ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اسلام کا اصل حاصل اور مغز تقویٰ ہے اگر یہ حاصل نہیں ہوا تو لاف وگزاف کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا کہ مسیحِ پاکؑ فرماتے ہیں ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کُچھ رہا ہے

جہاں تک تقویٰ کا تعلق ہے یہ اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ تقویٰ اللہ

تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے بنی نوع انسان کے حقیقی خادم بننے کے نتیجہ میں عطا ہوتا ہے۔ رسولِ کریم ﷺ سے پہلے انبیاء بھی تقویٰ اور اطاعت کی طرف بھرپور توجہ دلاتے رہے ہیں۔ قرآن کریم ان مضامین سے مزیّن ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ سبھی اپنی اپنی قوموں کو فاتقوا اللہ و اطیعون ۔ (پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو) کا درس دیتے رہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھیں: الشعراء: 111,127,133,145,151,164,180)

مامورِ زمانہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

اسلام کی نشاۃِ اولیٰ کے دور میں مسلمانوں نے اپنے خالق و مالک مولا کریم کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے اُسوۂ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں بے مثال اور حیرت انگیز دینی اور دُنیوی ترقیات حاصل کیں وہ ایک ادنیٰ اشارہ پہ اپنا سب کچھ فدا کرنے پہ تیار بیٹھے ہوتے تھے اور اطاعت میں مسابقت کی انمٹ تاریخ رقم کر گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ اطاعت کا معیار کمزور پڑتا گیا اور اسلام بتدریج انتہائی کمزوری کی حالت کو پہنچ گیا۔ تب چودھویں صدی میں رسولِ کریم ﷺ کی پیش گوئیاں جو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کی گئی تھیں پوری ہوئیں اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کیلئے امام مہدی علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائے جن کا مشن انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جوئے کے نیچے لانا تھا۔ انہی پیش گوئیوں کے مطابق مسلمان علماء کی اکثریت نے مخالفت میں بھرپور زور مارا اور لوگوں کو امام مہدی علیہ السلام سے دور رکھنے کی مذموم کوششوں میں سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اِن علماء نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے ابلیس کی خصلت اپنائی اور دوسروں کو اپنا ہمنوا بنانے اور ابلیس کے ٹولے میں شامل کرنے کی کوششیں کیں اور آج بھی انہی مذموم کوششوں میں اپنی جانیں ہلکان کر رہے ہیں۔ جبکہ نیک فطرت اور سعید روحیں مہدیٔ موعودؑ کی جماعت میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ اس خوش نصیب گروہ میں شامل لوگوں میں جس کا اطاعت کا معیار جتنا بلند ہوگا اُسی نسبت سے وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ محبوب اور مقبول بنتا جائے گا۔ اس مقدس قافلہ میں اطاعت کے ایسے بےمثال نمونے ملتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے

حضرت مولوی حکیم نورالدینؓ جن کو سیدنا مہدیٔ موعودؑ کے اوّلین جانشین ہونے کا اعزاز ملا اُنکی زندگی اس پہلو سے ایک درخشاں مثال ہے وہ اطاعت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ "چاہیئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مُردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کیساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کیساتھ اور پھر دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں"۔

(خطباتِ نور صفحہ 131)

اطاعت کی اصل روح اور تقاضے

اِس زمانہ کے حکم اور عدل سیدنا مسیح موعود علیہ السلام جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اُسکے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت ہے اور آج سب دینی و دُنیاوی برکات اُنکی اطاعت سے وابستہ ہیں اطاعت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔" کیا اطاعت ایک سہل امر ہے؟ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں جس میں کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو بند کر لو اور دوسرا کُھلا رکھو"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 74) ۔

"اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں یہ بھی ایک موت ہوتی ہے۔ جیسے ایک زندہ آدمی کی کھال اتاری جائے ویسی ہی اطاعت ہے"

(الحکم جلد 6۔ نمبر 39 صفحہ 10۔ 31 اکتوبر 1902)

خدا کے پیارے مسیح علیہ السلام کی پیاری جماعت میں شامل ہونے کا یہ اوّلین تقاضا ہے کہ ہم اپنے اندر اطاعت کی وہ روح اور شان پیدا کریں جو اِس مقدس مسیح پاکؑ نے بیان کی ہے۔ اِس خوش قسمت جماعت میں مسیحِ موعودؑ کے جانشین خلفائے احمدیت کی اطاعت عین اُسی طرح واجب ہے جس طرح خود سیدنا مسیحِ موعودؑ کی اطاعت۔ ایٹم کا مرکز نیوکلیس ہوتا ہے جس کے گرد الیکٹران گردش کر رہے ہوتے ہیں اِسی طرح دینی نظام میں خلیفۂ وقت کی

مرکزی حیثیت ہے اور ہم سب کو اس مرکزی ذات کے ساتھ اپنا ذاتی کامل اطاعت کا تعلق قائم کرنا چاہئیے اور اُن کے ہر ارشاد کو جان و دل سے سُننا اور اُسپر عمل کرنا چاہئیے۔ مسیحِ پاکؑ کی اس جماعت کا ہر عہدہ دار خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہوتا ہے جسکی کی اطاعت خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے۔ لہٰذا اس خوش قسمت جماعت میں شامل ہونے والے ہر فرد کا بنیادی فرض بنتا ہے کہ وہ ہر عہدہ دار کی اطاعت کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنائے کیونکہ اِس اطاعت میں سب افرادِ جماعت کی روحانی بقاء اور ترقی کا راز مضمر ہے۔

اطاعت اور عہدہ داران جماعت

نظامِ جماعت میں خلیفہ وقت کی حیثیت مرکزی کی ہے۔ جماعت بفضلِ تعالیٰ دُنیا کے تمام خطوں میں دن بدن وسعت حاصل کرتی جارہی ہے اب ہر فردِ جماعت کا ہمہ وقت کا قریبی جسمانی تعلق خلیفہ وقت سے ممکن نہیں ہے نظامِ جماعت میں عہدہ داروں کا نظام اس کمی کا ازالہ کرنے کی کوشش کا نام ہے اس طور عہدہ داروں کی اطاعت دراصل خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اس طور عہدہ داروں کی اطاعت اور اُن کے احترام میں سُستی معمولی چیز نہیں لہٰذا اس پہلو سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والی بات ہوگی کیونکہ عہدہ داران براہِ راست خلیفہ وقت کے نمائیندے ہیں۔ عہدہ دار باقی سب لوگوں کی طرح عام انسان ہیں اور جس طرح باقی لوگوں سے بعض غلطیاں ہو جاتی ہیں اِسی طرح عہدہ داروں سے بھی ہو سکتی ہیں اگر کوئی شخص یہ سمجھنا شروع کر دے کہ عہدہ دار کمزوریوں اور غلطیوں سے مبرا ہونے چاہئیں تو وہ ایک بنیادی غلطی کا شکار ہے۔ عہدہ داروں سے بھی دیگر افرادِ جماعت کی طرح بحثیت انسان کمزوریاں اور لغزشیں ہو سکتی ہیں۔ اب بعض لوگ کسی وجہ سے ایک عہدہ دار کو پسند نہ کرتے ہوں تو عہدہ دار کی معمولی سی غلطی اُن کو بہت بڑی نظر آتی ہے جبکہ اچھائی کی خاصی بڑی بات بھی اُن کو معمولی اور چھوٹی نظر آتی ہے لیکن اگر وہ کسی عہدہ دار کو پسند کرتے ہوں تو اُس عہدہ دار کی چھوٹی سی اچھی بات بھی اُن کو بہت بڑی نظر آتی ہے جبکہ بُری بات اگرچہ خاصی بڑی بھی ہو مگر اُن کو بہت چھوٹی اور معمولی نظر آتی ہے یہ طرزِ عمل ہر دو صورتوں میں درست نہیں ہے۔

بعض عہدہ دار اپنے اور بعض مخصوص افراد کے علاوہ دیگر خدمت کرنے والے افراد کو جماعتی کام کرنے کے مواقع سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مبادا کل کلاں کو دوسرے افراد ان کی جگہ نہ لے لیں۔ یہ ایک بیمار ذہنیت کی علامت ہوتی ہے اور ایسے افراد کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوتا۔ روزمرّہ کے تمام اُمور میں عام طور پہ اور جماعتی اُمور میں خاص طور پہ تمام افرادِ جماعت بشمول عہدہ داران جماعت سب کو ذاتیات اور انفرادی پسند ناپسند سے بالاتر ہو کر وسیع تر اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر سوچنا چاہئیے۔ نظامِ جماعت کی اطاعت دراصل اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کی ذیل میں آتا ہے لہٰذا عہدہ داروں کی اطاعت کے سلسلہ میں سمعنا و اطعنا یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی کا سنہری مومنانہ اصول (البقرہ:286) اپنانا چاہئیے۔ اطاعت میں کمزوری یا عدم اطاعت کے اسباب پہ غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ایک اہم وجہ تکبر ہے جو ایک شیطانی خصلت ہے۔ (البقرہ۔35) ۔تکبر اپنی ذات کی بڑائی کے زعم میں مبتلا ہونے کے علاوہ جس کی اطاعت کرنی ہو اُس کے متعلق منفی خیالات کی وجہ سے بھی جنم لیتی ہے ایسے خیالات علم، مال و دولت، ذات پات، شہریت (نیشنیلٹی) وغیرہ کی فضولیات کے ذہن میں ہونے کیوجہ سے جنم لے سکتے ہیں۔ اسلام ایسی سب لغویات کی بیخ کنی کرتا ہے اور سرِ تسلیم خم کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نے مؤثر فصیح و بلیغ انداز میں ہمیں وعظ فرمایا جس سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور دل ڈر گئے۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو الوداعی وعظ لگتا ہے آپ کی نصیحت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بات سنو اور اطاعت کرو خواہ تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہو۔

(ترمذی کتاب العلم، باب الاخذ بالسنة)

بعض لوگ فطرتاً اطاعت کے پیکر، مؤدب اور ادنیٰ اشارہ پہ سرِ تسلیم خم کرنے والے ہوتے ہیں اور عموماً اپنی کوئی رائے ہی نہیں رکھتے اور دوسروں پہ انحصار کرنے اور دوسروں کی اطاعت کرنے کی پالیسی پہ گامزن رہتے ہیں جبکہ بعض فطرتاً آزاد منش ہوتے ہیں اور اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں وہ

نقصان اور تکلیف بخوشی برداشت کرلیں گے مگر اپنے خود ساختہ اُصولوں کے خلاف کسی کی اطاعت پہ تیار نہیں ہوں گے۔ یہ دو انتہائیں ہیں اور اسلام ان کے بین بین رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جب کہیں عہدہ داروں سے اختلاف ہو تو مناسب ذرائع (proper channel) سے اور احسن طریق پہ اس اختلاف کا اظہار صرف متعلقہ افراد سے کیا جانا چاہیئے اور خواہ مخواہ غیر متعلق لوگوں سے ایسی باتوں کا ذکر قطعاً نہیں ہونا چاہیئے۔ عہدہ داران کا بھی فرض ہے کہ وہ طبائع میں موجود اختلاف کے باوجود ہر ایک سے یکساں طور پہ اطاعت کی توقع نہ رکھا کریں بلکہ پیار و حکمت سے معاملات کو حل کرنے کی کوشش کیا کریں۔

عہدہ داران کے اخلاق کا افرادِ جماعت کے معیارِ اطاعت پر اثر

جماعت کے بعض عہدے دار اطاعت کے ضمن میں بات کرتے ہوئے اُن بے مثال نمونوں کا ذکر کرتے ہیں جو اسلام کی نشاۃِ اولیٰ کے دور میں رسولِ کریم ﷺ کے صحابہ کیطرف سے اطاعت کے ضمن میں آنکھ کے اشارہ پہ جان و دل نچھاور کرنے کی تاریخ رقم ہوئی یا پھر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے دور میں مسیحِ پاکؑ کے صحابہ کے بے مثال نمونوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اطاعت کے اِن بے مثال نمونوں کے ضمن میں ایک اہم پہلو کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے کہ اُن اطاعت کرنیوالوں نے بلا کسی تحریک و تلقین کے اطاعت کے یہ بے مثال نمونے دکھائے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُن کی اطاعت کا اصل محرک بے پناہ محبت کا وہ ناقابلِ بیان جوش و جذبہ تھا جو اُن کے مطاع کی شخصیت اور کردار کی وجہ سے اُن کے دل و دماغ میں موجزن تھا وہ جس ہستی کی اطاعت میں کھوئے گئے اور آنے والی نسلوں کیلئے نمونے یادگار چھوڑے اُس ہستی کو اُن سے اس قدر ہمدردی اور محبت تھی کہ کسی دُنیوی پیمانہ سے اُس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے وہ ہستی اُن سے حقیقی اولاد سے بڑھ کر پیار کرتی اور روز مرّہ مسائل میں اُن کیلئے سب سے اوّلین اور سب سے بھرپور مدد اور راہنمائی کا منبع ہستی تھی وہ اُن کی پریشانیوں پہ خود اُن سے زیادہ پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہونے والی ہستی تھی۔ اس بے مثال محبت اور رحمت کے سلوک کے نتیجہ میں وہ لوگ اپنی مطاع اور محبوب ہستی کی محبت میں اس قدر کھوئے گئے کہ اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور دیگر عزیزوں کی محبتوں پر اُن کی محبت غالب آ گئی اور اس لازوال محبت و عشق کے جذبہ کے تحت وہ اطاعت کے انمٹ نقوش رقم کر گئے۔ عہدہ داران جماعت کو چاہیئے کہ وہ اطاعت و فرمانبرداری کی درخشاں مثالوں کے اس پہلو پہ بھی غور کیا کریں اور کوشش کریں کہ وہ احبابِ جماعت کے اوّلین مونس و غمگسار اور ہمہ تن ہر پہلو سے اُن کی فلاح و بہبود کے متلاشی ہوں۔ روز مرہ کے بظاہر معمولی کاموں میں اگر افرادِ جماعت کی مدد کی جائے تو وہ جذبہ احسان کے تحت اطاعت میں کمال دکھاتے ہیں۔ مثلاً ملازمت کے حصول میں مدد اور راہنمائی، ڈرائیونگ لائیسنس یا کسی اَور دستاویز (ڈاکومنٹ) کے حصول میں مدد، بوقتِ ضرورت کہیں آنے جانے میں سواری (رائڈ) فراہم کردینا، یا ممکنہ وقتی مالی مدد وغیرہ۔ الغرض ہر کسی کی پہنچ میں ہونا یعنی ہر چھوٹی بڑی بات پوری توجہ سے سننا اور دلی ہمدردی اور خلوص سے ایک خادمانہ طرزِ عمل پیش کرنا۔ رسولِ کریم ﷺ کی تمام زندگی ایسے واقعات سے عبارت ہے آپ ہر کسی کی بات کمال پیار سے سنا کرتے تھے یہاں تک کہ بعض دفعہ کئی فاتر العقل لوگ آپ کو بازو سے پکڑ کر لے جایا کرتے اور جب اُن کا دل بھرتا اور وہ چھوڑتے تو آپ اُن سے رخصت ہوتے۔ ہمارے اس زمانہ میں سیدنا مہدیٔ موعودؑ نے اُسی طرح کا حسین نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ آپ اس تعلق میں فرماتے ہیں ؎

مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم، ہمیں رسمم، ہمیں راہم

کہ خدمتِ خلق ہی میرا کام، میری ذمہ داری، میری رسم، میری راہ ہے۔

الغرض عہدہ دار حضرات افرادِ جماعت کے مسائل اور تکالیف کا درد اپنے ذاتی مسائل و تکالیف جیسا محسوس کیا کریں تو عہدہ داروں کو بفضلِ تعالیٰ افرادِ جماعت کیطرف سے اطاعت کے قابلِ رشک اور بے مثال نمونے ملیں گے۔ مثالی عہدہ دار وہ ہوتے ہیں جو افرادِ جماعت سے ایک ذاتی نوعیت کا بے تکلفانہ محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کی افراد جماعت کی طبائع کے امتزاج پہ

نظر ہوتی ہے اور ہر فردِ جماعت کے ذاتی حالات سے آگاہ ہوتے ہیں۔وہ افرادِ جماعت کی جماعتی قربانیوں کی قدر مقدار کی بجائے معیار کی بناء پہ کرتے ہیں۔اگر کبھی کسی فردِ جماعت سے کسی کام میں لغزش یا سُستی ہو جائے تو وہ پیار و حکمت کیساتھ سمجھاتے ہیں اور ہر ممکن چشم پوشی سے کام لیتے ہیں کیونکہ عدم اطاعت کی تشہیر مزید لوگوں کو عدم اطاعت کی طرف مائل کر سکتی ہے۔وہ ہر اہم معاملہ میں کسی حتمی نتیجہ پہ پہنچنے اور فیصلہ کرنے سے قبل احبابِ جماعت سے لازماً مشورہ کر لیا کرتے ہیں۔بظاہر مشورہ دینے اور اطاعت کرنے کا جوڑ نظر نہیں آتا کیونکہ اطاعت کرنیوالا مشورہ نہیں دیا کرتا لیکن دراصل حقیقی اطاعت جو طبعی جذبۂ فدائیت کے تحت ہوتی ہے اُس کا معیار بلند کرنے کیلئے مشورہ لیا جانا ضروری ہے قبل اس کے کہ دوسری طرف سے شکوہ پیدا ہو کہ اُن سے مشورہ نہیں کیا گیا اور اعتماد میں نہیں لیا گیا۔لہٰذا ضروری ہے کہ مشورہ لینے کو عمومی طرزِ عمل کے طور پہ اپنایا جائے اور ہر صائب مشورہ کو تشکر کے جذبات کیساتھ قبول کیا جائے قطع نظر اسکے کہ وہ مشورہ عہدہ دار کی ذاتی رائے اور پسند کے برعکس ہی کیوں نہ ہو۔حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ترمذی کتاب الجهاد، باب ما جاء فی المشورة)۔

اولاد کی تربیت میں اطاعت نظامِ جماعت کا کلیدی کردار

موجودہ دور میں جب ہمارے اردگرد الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے علاوہ بچوں کے تعلیمی اداروں کا ماحول بھی بُری طرح سے زہر آلود ہے اور ناقابلِ بیان حد تک خطرناک ہو چکا ہے تو ایسے میں بچوں کو ماحول کی آلودگی کے گندے اثرات سے بچانا اور اُن کی ایسی تربیت کرنا کہ وہ صالح اور متقی انسان بن جائیں والدین کیلئے بہت بڑا چیلنج بن چکا ہے۔ایسے میں کہیں کوئی اُمید اور روشنی کی کرن نظر آتی ہے تو وہ صرف پیارے مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت کا نظام ہے۔اگر بچے اس نظام سے بھرپور استفادہ کر رہے ہوں اور ہر جماعتی پروگرام میں باقاعدہ شرکت کرتے ہوں تو وہ ماحول کے ضرر رساں اثرات سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔لیکن دیکھا گیا ہے کہ بعض افراد جماعت اور اُن کے بچے ماحول کی آلودگیوں سے پوری طرح محفوظ نہیں ہیں اور خصوصاً اُن کے بچے ماحول سے دن بدن متاثر ہو کر نظامِ جماعت سے دور ہٹتے جا رہے ہیں۔اس افسوسناک صورتِ حال پہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایسے لوگ خود اور پھر خصوصاً اُن کے بچے نظامِ جماعت کی اطاعت و فرمانبرداری میں سُست اور لاپرواہ ہیں۔اس ضمن میں اہم بات بچوں کیلئے اپنے عمل سے نظامِ جماعت اور عہدہ دارانِ جماعت کی اطاعت اور محبت کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ایک اور انتہائی اہم بات جو اگلی نسل کیلئے ایک زہر قاتل ہے جو اُنکو اطاعت گزار بننے سے نہ صرف روکتی ہے بلکہ عہدہ دارانِ جماعت کے خلاف باغیانہ اور نفرت آمیز روش پیدا کرتی ہے وہ گھر میں بچوں کی موجودگی میں عہدہ دارانِ جماعت کے خلاف باتیں کرنا ہے یہ ایک بہت گھناؤنے جرم کا ارتکاب ہے اور بچوں کو نظامِ جماعت سے کاٹ کر دور کرنے اور ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔بچوں کے معصوم ذہن اس گندی حرکت کی وجہ سے عہدہ داران جماعت کے خلاف نفرت سے بُری طرح سے بھر جاتے ہیں اور بچے ایسی صورتوں میں ضائع ہو جاتے ہیں لہٰذا اس خطرناک غلیظ اور گھٹیا حرکت سے ہر فردِ جماعت کو مکمل طور پہ اجتناب برتنا چاہئیے۔نظامِ جماعت کی اطاعت و فرمانبرداری کا مفہوم یہ ہے کہ عہدہ دارانِ جماعت کی راہنمائی میں تمام جملہ جماعتی اُمور سرانجام دئے جائیں اور ہر جہت سے اطاعت کی جائے کیونکہ نظامِ جماعت عہدہ دارانِ جماعت کی ہدایات ہی کا نام ہے۔تمام افرادِ جماعت کو اخلاص اور قومی درد کے جذبہ کیساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر جماعتی خدمات بجالانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئیے۔مولا کریم و قادر سب عہدہ دارانِ جماعت اور احبابِ جماعت کو نظامِ جماعت کی اطاعت کی اصل روح کو سمجھ کر عاجزی انکساری کیساتھ جماعت کے کامل اطاعت گزار بن کر مقبول خدماتِ دینیہ بجالاتے رہنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔آمین

ہدیہ تشکر: خاکسار مضمون نگار برادرم محترم ڈاکٹر ہارون اختر صاحب اور محترم ڈاکٹر محمد ظفر اللہ صاحب یو ایس اے کا تہہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے اس مضمون میں مفید ترامیم اور اضافوں کے سلسلہ میں قیمتی مشوروں سے نوازا۔
فجزاهم الله احسن الجزا فی الدنیا و فی الاخرة۔

اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور نشانات کا ظہور

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا تاریخی سفر قادیان
جلسہ سالانہ قادیان کی عظیم الشان کامیابی

مرتبہ: حبیب الرحمٰن زیروی

قادیان ایک گمنام اور غیر معروف بستی تھی جس میں دنیا کو کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی دور کی دنیا تو کیا خود اپنے ملک کی نگاہ سے بھی قادیان اوجھل اور چھپا ہوا تھا ع

کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو دین کے غلبہ اور اپنی قدرت کی زندہ تجلیات کیلئے چنا اور علاوہ اور بشارتوں کے انہیں یہ بشارت بھی دی کہ ہم تجھے کثیر جماعت دینگے دنیا تیری مخالفت کرے گی تجھے مٹانے کے درپے ہو جائے گی ہر تدبیر اور ہر حربہ اختیار کیا جائے گا کہ تو مغلوب اور ناکام رہے لیکن ہم تجھ سے یہ وعدہ کرتے ہیں اور تجھے بشارت دیتے ہیں کہ غلبہ آخر کار تجھ ہی کو حاصل ہوگا اور مخلصین اور فدائیوں کی ایک کثیر جماعت تجھے عطا کی جائے گی ان بشارتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کام شروع کیا۔

قادیان کی اہمیت اور ترقی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کے بارہ میں یہ پیشگوئیاں فرمائیں کہ:

''خدا نے اس ویرانے کو یعنی قادیان کو مجمع دیار بنایا ہے۔ کہ ہر ایک ملک کے لوگ آ کر جمع ہوتے ہیں۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21صفحہ 95)

''ایک دن آنے والا ہے جب قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلاوے گی کہ وہ سچے کا مقام ہے۔''

(دافع البلا روحانی خزائن جلد 18صفحہ 231)

''مجھے دکھایا گیا ہے کہ یہ علاقہ اس قدر آباد ہوگا کہ دریائے بیاس تک آبادی پہنچ جائے گی۔''

(تذکرہ صفحہ 782)

''ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان بڑا عظیم الشان شہر بن گیا اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے۔ اونچی اونچی دومنزلی چومنزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دوکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے، بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں اور روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں اور قسما قسم کی دوکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں یکے، بگھیاں، ٹم ٹم، فٹن، پالکیاں، گھوڑے، شکر میں، پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور

راستہ بمشکل ملتا ہے۔"

(تذکرہ صفحہ 419)

کثیر اور ہر دن بڑھتی ہوئی جماعت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی اس کے معلوم کرنے کا ایک پیمانہ ہمارا جلسہ سالانہ ہے جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ 1891 میں بعض دینی امور کے متعلق مشورہ کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض احباب جماعت کو قادیان بلایا اس طرح اس جلسہ مشاورت میں 75۔احباب شامل ہوئے اس مشاورتی مجلس کے دوران ہی اس جلسہ سالانہ کی بنیا درکھ دی گئی چنانچہ اس مجلس مشاورت کے تین دن بعد یعنی 30 دسمبر 1891 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کا ان الفاظ میں اشتہار دیا۔

"......کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی اور چونکہ ہر یک کیلئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کیلئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کیلئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے خرچوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کیلئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت وفرصت وعدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ 27 دسمبر سے 29 دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو 30 دسمبر 1891 ہے۔ آئندہ اگر ہماری زندگی میں 27 دسمبر کی تاریخ آ جاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض لِلّٰہ ربّانی باتوں کے سننے کیلئے اور دعا میں شریک ہونے کیلئے اس تاریخ پر آ جانا چاہئے......"

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351تا357)

جلسہ سالانہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔"

جلسہ سالانہ کے انعقاد کی اہم غرض

"تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آ جائے، اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔"

شرکاء جلسہ کو نصیحت

"سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہئے۔ پورے غور اور فکر کے ساتھ سنو۔ کیونکہ معاملہ ایمان کا ہے۔ اس میں سستی، غفلت اور عدم توجہ بہت بُرے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جائے تو غور سے اس کو نہیں سنتے ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان تو رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں اور دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں۔ پس یاد رکھو کہ جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑے غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔"

شرکاء جلسہ سالانہ کیلئے دعائیں

"بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس لِلّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے

اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم وغم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہ اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا، اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا! یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 342 اشتہار 7 دسمبر 1892)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں سترہ جلسہ سالانہ منعقد ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے دور خلافت میں چھ جلسہ سالانہ منعقد ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی میں بھی جلسہ سالانہ ترقیات کی منازل طے کرتا رہا حضرت المصلح الموعودؓ کے عہد خلافت میں جو آخری جلسہ سالانہ قادیان میں دسمبر 1946 میں منعقد ہوا اس میں 33,786 افراد شریک ہوئے پارٹیشن کے بعد قادیان میں 313 قیام پذیر رہ گئے اور قافلہ رواں دواں رہا۔

چوالیس سال بعد 1991 میں ہماری مقدس بستی قادیان کی قسمت اس وقت پھر جاگ اٹھی جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے قادیان کا سفر اختیار فرمایا اس تاریخی سفر سے قادیان میں ترقیات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا موجودہ سفر قادیان ترقیاتی دور کا ایک تسلسل اور ایک نئے دور کا آغاز ہے۔ جس کی انتہا انشاء اللہ تعالیٰ 2008 کے عظیم الشان جلسہ سالانہ پر ہوگی جبکہ خلافت احمدیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونگے۔

114 ویں جلسہ سالانہ (2005) کی خصوصیات

پہلی خصوصیت:۔ یہ جلسہ سالانہ اس وجہ سے بے انتہا برکتوں کا باعث ہوا کہ ہمارے پیارے آقا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔

دوسری خصوصیت:۔ خلافت احمدیہ کے قیام پر ہجری لحاظ سے سو سال پورے ہوئے مورخہ 25 ربیع الثانی 1326 ہجری قمری (مطابق 27 مئی 1908) کو اللہ تعالیٰ نے قدرت ثانیہ کا ظہور فرمایا یعنی خلافت حقہ احمدیہ کا قیام فرمایا اور ہمارا یہ جلسہ سالانہ پورے سو سال بعد 1426 ہجری قمری میں منعقد ہوا۔

تیسری خصوصیت:۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20 دسمبر 1905 کو رسالہ الوصیت شائع فرمایا جس میں آپ نے وصیت کے عظیم الشان نظام کے قیام کا اعلان فرمایا اور 27 دسمبر 1905 کو بہشتی مقبرہ میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی تدفین کے ساتھ گویا "بہشتی مقبرہ قادیان" کی بنیاد رکھی گئی اس بار جلسہ سالانہ پر نظام وصیت کے قیام اور بہشتی مقبرہ کی ابتداء پر ایک صدی مکمل ہوئی۔

چوتھی خصوصیت:۔ یہ جلسہ حاضری کے اعتبار سے قادیان کی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ تھا پارٹیشن سے قبل 1946 کے جلسہ سالانہ میں 33786 افراد شریک ہوئے تھے جبکہ 2005 کے جلسہ سالانہ میں 70 ہزار سے زائد افراد نے شرکت فرمائی۔

پانچویں خصوصیت:۔ یہ پہلا جلسہ سالانہ تھا جس کے تمام پروگرام M.T.A کے ذریعہ Live نشر کئے گئے اور دنیا کے کناروں تک پھیلے ہوئے احباب جماعت نے ان پروگراموں سے براہ راست استفادہ فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطابات سے روحانی فیض حاصل کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی قادیان آمد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 نومبر میں قادیان کے سفر پر روانگی کے بارہ میں دعا کی تحریک فرمائی اور مورخہ 27 نومبر کو سفر پر روانگی ہوئی مورخہ 10 دسمبر تک ماریشس کا سفر فرمایا اور 10، 11 دسمبر کی رات ہندوستان آمد ہوئی اور چند دن دہلی میں قیام رہا 15 دسمبر کی شام چار بجکر پچاس منٹ پر حضور انور نے مبارک قدم قادیان کی

مبارک سرزمین پر رکھے منارۃ المسیح دور سے بجلی کے رنگ برنگے قمقموں میں جگمگاتا نظر آرہا تھا اور قادیان کی پوری بستی دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی قادیان کے گلی کوچوں کو رنگ برنگی جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا گیا تھا جس طرح قادیان کے گھر روشن تھے اسی طرح مکینوں کے دل بھی روشن تھے ان کے چہرے اپنے پیارے آقا کی آمد اور حضور انور کے وجود مبارک کو دیکھ کر خوشی اور مسرت سے معمور تھے حضور انور قادیان میں داخل ہوتے ہی سیدھے بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور پرسوز لمبی دعا کی حضور انور احاطہ خاص میں دوسری قبور پر بھی تشریف لے گئے اور دعا کی۔ دعا کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بہشتی مقبرہ سے پیدل ہی قادیان کے گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے تشریف لائے قادیان کی گلیوں میں دونوں طرف احباب جماعت مرد و خواتین بچے بچیاں اور بوڑھے پیارے آقا کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے بیتاب تھے حضور انور اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کے نعروں اور سلام کا جواب دیتے رہے۔ حضور انور اہالیان قادیان کے درمیان سے گزرتے ہوئے دار المسیح تشریف لے گئے۔ یہ تمام نظارہ ایسا پرسوز تھا کہ قلم اس کے بیان کرنے کی طاقت نہیں پا رہا۔ اہالیان قادیان کا جلسہ سالانہ تو 15 دسمبر کو حضور انور کے قادیان تشریف لانے سے ہی شروع ہو گیا اور یہ 15 جنوری یعنی حضور انور کی قادیان سے روانگی تک برابر ایک ماہ تک جاری رہا قادیان تشریف آوری کے دوسرے روز 16 دسمبر کو حضور انور نے قادیان میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ جماعت کی تاریخ میں پہلی بار MTA پر نشر ہوا۔ اس خطبہ میں حضور انور نے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کو ضروری ہدایات سے نوازا۔

معائنہ انتظامات جلسہ سالانہ

پروگرام کے مطابق دسمبر کو جلسہ سالانہ قادیان کی ڈیوٹیوں کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب کا انتظام لجنہ جلسہ گاہ کے احاطہ میں کیا گیا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نمازوں کی ادائیگی کے بعد پیدل ہی اس افتتاحی تقریب میں شرکت کیلئے تشریف لائے سب سے پہلے مرکزی عہدیداران نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔

جلسہ سالانہ کی انتظامیہ کے تمام ناظمین ترتیب کے ساتھ ایک لائن میں کھڑے تھے۔ ہر ناظم کے آگے اس کے شعبہ کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی ہر ناظم کے پیچھے اس کے نائبین اور معاونین قطاروں میں کھڑے تھے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز باری باری تمام ناظمین کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا تعارف حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے شعبوں اور کام کے بارہ میں دریافت فرمایا تمام ناظمین نے حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا رہائش گاہوں کے ناظمین سے حضور انور نے آنے والے مہمانوں اور ان کی رہائش کے انتظامات کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ نیز یہ بھی دریافت فرمایا کہ گھروں میں اور پرائیویٹ طور پر کتنے مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔

کارکنان جلسہ سے حضور انور کا خطاب

اس کے بعد ڈیوٹیوں کی افتتاحی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ جلسہ سالانہ کی روایات کے مطابق جب ڈیوٹیوں کا آغاز ہوتا ہے تو ایک معائنہ بھی کیا جاتا ہے گو ابھی انتظامیہ نے مجھے معائنہ تو نہیں کروایا میرا خیال تھا لنگر خانوں اور قیام گاہوں میں جانا ہوگا۔

حضور انور نے فرمایا بہرحال آپ جو کارکنان ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو مہمانوں کی خدمت کیلئے رضا کارانہ پیش کیا ہے یاد رکھیں یہ بہت بڑا اعزاز ہے پس مہمانوں کی خدمت کر کے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں بعض دفعہ مہمانوں کی طرف سے زیادتی بھی ہو جائے تو حوصلے سے صبر سے برداشت کریں آپ کا مقصد خدمت کرنا ہے۔

حضور انور نے فرمایا ہر ناظم شعبہ اس بات کا نگران ہے کہ اس کے نائبین، منتظمین اور معاونین خدمت کے جذبہ کے ساتھ اپنے اپنے شعبہ میں کام کر رہے ہیں۔ اس سال پانچواں حصہ کارکنان کا پاکستان سے بھی آیا ہوا ہے پاکستان سے آنے والے کارکنان میں بہت سے ایسے ہیں جن کو ابھی جلسہ کی

ڈیوٹیوں کا تجربہ نہیں ہے کیونکہ پاکستان میں ایک عرصہ سے جلسہ سالانہ کا انعقاد نہیں ہوا۔حضور انور نے فرمایا ایک اہم بات جس کی ڈیوٹی کے دوران کوتاہی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ نماز وقت پر ادا نہیں ہوسکتی۔کارکنان چار پانچ مل کر باجماعت نماز ادا کریں ناظمین اس بات کے ذمہ دار ہوں گے کہ ان کے کارکنان باجماعت نماز ادا کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے جس مقصد کیلئے آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے اس کو احسن رنگ میں نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ڈیوٹیوں کے اس افتتاحی خطاب کے بعد حضور انور نے دعا کروائی۔دعا کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لجنہ کارکنات کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے انتظامات اور ڈیوٹیوں کا جائزہ لیا اور بعد میں لنگر خانوں کا معائنہ فرمایا۔

خطبہ جمعہ 23 دسمبر 2005

آج جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ایک بجکر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مردانہ جلسہ گاہ تشریف لائے یہاں سوا ایک بجے حضور انور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ MTA کے ذریعہ Live نشر کیا گیا۔جس میں حضور انور نے جلسہ سالانہ قادیان کی مناسبت سے مہمانوں، میزبانوں اور کارکنان جلسہ سالانہ کو زرّیں ہدایات سے نوازا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطبہ جمعہ دو بجکر دس منٹ تک جاری رہا خطبہ جمعہ کے بعد حضور انور نے نماز جمعہ و نماز عصر جمع کر کے پڑھائیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور 'سرائے طاہر' کے معائنہ کیلئے تشریف لے گئے۔

سرائے طاہر کا معائنہ

سرائے طاہر کی تعمیر محلہ دارالانوار میں ہوئی ہے۔اس کا رقبہ اڑھائی ایکڑ ہے مسقّف حصہ کا رقبہ 83 ہزار مربع فٹ ہے۔Basement کو شامل کر کے اس کی کل تین منازل ہیں۔اس میں پچاس کمروں کے علاوہ دو بڑے ہال اور ایک چھوٹا ہال بھی ہے جس میں دو ہزار افراد کا اجتماع ہوسکتا ہے۔اسی طرح سطح زمین پر بھی ایک وسیع صحن ہے جس میں دو ہزار سے زائد احباب بیٹھ سکتے ہیں اس عمارت پر ساڑھے چار کروڑ ہندوستانی روپے لاگت آئی ہے۔
اس عمارت کا مکمل خرچ مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب آف لاس اینجلس امریکہ نے ادا کیا ہے اس عمارت کی تعمیر مغلیہ طرز تعمیر کی طرح ہے اور صوبہ پنجاب میں یہ عمارت اپنی تعمیر کے لحاظ سے منفرد اہمیت کی حامل ہے۔

جلسہ سالانہ کا پہلا روز 26 دسمبر بروز سوموار

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں 114 ویں جلسہ سالانہ کا پہلا روز تھا اور جماعت احمدیہ کی تاریخ میں قادیان میں یہ پہلا ایسا جلسہ سالانہ تھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنفس نفیس شرکت فرما رہے تھے۔
بہشتی مقبرہ سے ملحقہ علاقہ میں جماعت کو گزشتہ سالوں میں کئی ایکڑ زمین خریدنے کی توفیق ملی ہے اسی زمین کے ایک حصہ میں مردانہ جلسہ گاہ تیار کی گئی تھی۔جلسہ گاہ کو محرابی دروازوں، عربی، اردو، انگریزی اور ہندی زبان میں مختلف بینرز سے سجایا گیا تھا۔ایک بہت بڑا اسٹیج تیار کیا گیا تھا جسے خوبصورت پھولوں اور ایک بہت بڑے بینر کے ساتھ مزین کیا گیا تھا۔یہ پہلا موقعہ تھا کہ آبادی سے باہر نکل کر ایک کھلے میدان میں جلسہ سالانہ کا انعقاد کیا جا رہا تھا۔تمام انتظامات بہت عمدہ رنگ میں کئے گئے تھے۔لجنہ کی جلسہ گاہ مسجد ناصر آباد سے ملحقہ احمدیہ گراؤنڈ میں تیار کی گئی تھی۔یہ وہی جگہ ہے جہاں گزشتہ سالہا سال سے مردانہ جلسہ گاہ ہوتی تھی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر افتتاحی خطاب

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بھارت کے وقت کے مطابق صبح 9 بجکر 50 منٹ پر جلسہ گاہ تشریف لائے تو جلسہ گاہ میں بیٹھے حاضرین نے نعرہ ہائے تکبیر سے حضور انور کا استقبال کیا۔حضور انور نے جلسہ گاہ میں موجود لوائے احمدیت لہرایا

اور دعا کروائی۔ جلسہ گاہ اور سٹیج کو اس بابرکت موقع کی مناسبت سے سجایا گیا تھا۔ اوراس کی تزئین وآرائش کا خصوصی طور پر اہتمام کیا گیا تھا۔ حضور انور کے سٹیج پر رونق افروز ہونے تک احباب جماعت پُر جوش نعرے لگاتے رہے۔
جلسہ کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم حافظ مظہر احمد صاحب طیب مربی سلسلہ نے کی۔ بعدازاں مکرم ناصر علی عثمان صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا کلام خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

لوگو سنو کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
جس میں ہمیشہ عادت قدرت نما نہیں

حضور انور نے دس بجکر دس منٹ پر مائیک پر تشریف لا کر اپنے پُر درد اور پُر معارف خطاب کے ذریعہ اس تاریخی جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ حضور انور نے خطاب کے آغاز میں سورۃ الحجرات کی آیت نمبر14 تلاوت کی اور فرمایا آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان کے 114ویں جلسہ کا آغاز ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسے کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور سب شامل ہونے والوں کو اس کے مقاصد کو حاصل کرنے والا بنائے۔ ان شاملین کو ان دعاؤں کا وارث بنائے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کیلئے کی ہیں۔
حضور انور نے اپنے اس خطاب میں تقویٰ کی اہمیت و برکات اور اس کے حصول پر ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا اگر اللہ کی نعمتوں کا وارث بننا ہے اس کے فضلوں کو سمیٹنا ہے، اس کی رضا کے پھل کھانے ہیں، اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنا ہے تو تقویٰ کی حفاظت کرنا ہوگی۔ حضور انور نے نظام وصیت اور قمری لحاظ سے نظام خلافت کے سو سال پورے ہونے کا اعلان فرمایا۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے، جس بستی سے ان انقلابی نظاموں کا اجراء ہوا تھا اسی جگہ سے قدرت ثانیہ کے پانچویں مظہر نے سو سال پورے ہونے کی نوید سنائی۔ ایک گھنٹہ اور پانچ منٹ کے افتتاحی خطاب کے بعد حضور انور نے اجتماعی دُعا کروائی اور جلسہ گاہ سے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کی صدارت میں کارروائی جاری رہی۔
جلسہ سالانہ قادیان کے اس افتتاحی اجلاس کی کارروائی احمدیہ ٹیلی ویژن (MTA) نے براہ راست ٹیلی کاسٹ کی اور ساتھ ساتھ انگریزی، عربی، فرنچ اور بنگلہ زبانوں میں ترجمہ بھی پیش کیا۔ اس طرح دیگر پیشگوئیوں کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی جو آپ نے 7/جنوری 1938 کو مسجد اقصیٰ قادیان میں پہلی مرتبہ لاؤڈ سپیکر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن و حدیث کا درس دیا جا رہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمنی کے لوگ اور آسٹریا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح اور تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس کے سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔ یہ نظارہ کیا ہی شاندار نظارہ ہوگا اور کتنے ہی عالی شان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت وانبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں۔
حضور انور کے افتتاحی خطابات کے بعد مکرم داؤد احمد ناصر صاحب نے نظم خوش الحانی سے سنائی بعد میں محترم مولانا برہان احمد ظفر صاحب ناظر نشرواشاعت قادیان نے تقریر فرمائی آپ کی تقریر کا عنوان تھا۔ ’ہستی باری تعالیٰ (قدرت نمائی کی روشنی میں)‘ آپ کی تقریر کے بعد مکرم مولانا عنایت اللہ زاہد صاحب مربی انچارج یوگنڈا کی تعارفی تقریر ہوئی۔ اس طرح پہلے سیشن کا جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ 2:15 بجے حضور انور نے نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں حضور کے جلسہ گاہ سے تشریف لے جانے کے بعد پہلے دن کے دوسرے سیشن کا اجلاس زیر صدارت محترم مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی ربوہ شروع ہوا تلاوت مکرم سید کلیم الدین صاحب نے کی اور اس کے بعد نظم مکرم ایس ناصر احمد اور ان کے ساتھیوں نے پیش کی بعد میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد دعوت الی اللہ نے تقریر فرمائی آپ کی تقریر کا عنوان تھا۔ ’سیرت سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ آپ کی تقریر کے بعد مکرم محمد یاسین صاحب معلم وقف جدید نے نظم سنائی اور بعد میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی قادیان نے ’سیرت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام‘ کے عنوان پر تقریر فرمانی تھی لیکن آپ کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے مندرجہ بالا عنوان پر ان کے متبادل مقرر مکرم محمد انعام غوری صاحب ناظر اصلاح وارشاد قادیان نے تقریر فرمائی بعدہٗ ایک ترانہ مکرم

نصر من اللہ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے پیش کیا اور محترم صاحبزادہ راشد لطیف راشدی صاحب امریکہ اور مکرم حافظ احسان سکندر صاحب فرانس نے تعارفی تقاریر کیں اس طرح پہلے دن کی کارروائی بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔
شام سوا چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لا کر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دارالمسیح واپس تشریف لے آئے۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا دن 27 دسمبر بروز منگل

جلسہ سالانہ کے دوسرے روز کی کارروائی 9:30 بجے تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو کہ انڈونیشیا سے تشریف لائے ہوئے معزز دوست نے کی بعد مکرم حمید احمد شاہد صاحب کراچی نے نظم پڑھی اس جلسہ کی صدارت مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے فرمائی آج کی پہلی تقریر مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں ناظر اصلاح وارشاد مقامی پاکستان نے فرمائی آپ کی تقریر کا عنوان تھا 'ظہور مسیح ومہدی'۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لجنہ اماء اللہ سے خطاب

پروگرام کے مطابق 11 بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دارالمسیح سے لجنہ جلسہ گاہ میں لجنہ سے خطاب کے لئے تشریف لائے۔ لجنہ جلسہ گاہ مسجد ناصر آباد سے ملحقہ احمدیہ گراؤنڈ میں تیار کی گئی تھی۔ جلسہ گاہ کو خوبصورت سٹیج اور مختلف زبانوں میں لکھے ہوئے بینرز کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ جلسہ گاہ میں داخل ہونے کے لئے مختلف دروازے بنائے گئے تھے اور تمام راستوں کو جھنڈیوں اور مختلف بینرز جن پر اھلاً و سھلاً و مرحبا، انی معک یامسرور اور دیگر استقبالیہ اور دعائیہ کلمات کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ جونہی حضور انور جلسہ گاہ پہنچے۔ خواتین نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے حضور انور کا استقبال کیا۔ لجنہ کے اس اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور اس کے اردو ترجمہ سے ہوا جو امۃ الرحمٰن خادم صاحبہ نے کی۔ بعد ازاں عزیزہ صفیہ حبیب صاحبہ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا منظوم کلام ؎

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔
اس کے بعد تقسیم اسناد کی تقریب منعقد ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سالوں میں ہندوستان اور پاکستان سے تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کو تعلیمی سرٹیفیکیٹ عطا فرمائے۔ اس تقریب میں ہندوستان سے تعلق رکھنے والی ایک طالبہ جبکہ پاکستان کی 33 طالبات یا ان کے عزیزوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک سے تعلیمی اسناد حاصل کیں۔
اس کے بعد پونے بارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ سے خطاب شروع فرمایا۔ حضور انور کا یہ خطاب ایم ٹی اے کی وساطت سے براہ راست نشر کیا گیا اور انگلش، عربی، فرنچ، جرمن اور بنگلہ زبانوں میں رواں ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔
حضور انور نے سورۃ التغابن کی آیت نمبر 14 تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے اللہ (وہ ہے کہ اس) کے سوا کوئی معبود نہیں پس چاہئے کہ مومن اللہ ہی پر توکل کریں۔ حضور انور نے فرمایا کہ احمدی خواتین خوش قسمت ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی جماعت میں شمولیت کی سعادت پائی ہے یہ ایک بہت بڑا انعام ہے لیکن اس کا فائدہ تب ہوگا جب آپ اپنے اندر ایسی پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں گی جو ایک مومنہ عورت میں ہونی چاہئیں تمام عزتوں کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے اگر عزت حاصل کرنی ہے تو اللہ کے آگے جھکیں حضور نے مومن عورتوں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ قانتات ہوتی ہیں۔ کبھی کوئی امتحان انہیں خدا سے دور نہیں لے جاسکتا بلکہ خدا کے آگے پہلے سے زیادہ جھکانے والا ہوتا ہے۔ وہ تائبات یعنی توبہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ وہ عابدات یعنی عبادت گزار ہوتی ہیں۔ صائمات یعنی روزہ رکھنے والی ہوتی ہیں۔ اگر سب احمدی عورتیں ان صفات کی

حائل ہو جائیں تو انشاء اللہ احمدیت کی آئندہ نسلوں کے روشن مستقبل کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول 'ماں کے قدموں تلے جنت ہے' کا مطلب یہ ہے کہ اولاد کی ایسی تربیت کرو کہ وہ جنت میں جانے والی بن جائے۔ تربیت ایک اہم کام ہے اسے مکمل طور پر ادا کرنے کی کوشش کریں۔ آجکل ٹی وی پر بعض بہت برے پروگرام آتے ہیں اس لئے بچوں کی نگرانی کریں اور انہیں لغویات سے بچائیں آپ کے سپرد بچے صرف آپ کے بچے نہیں ہیں بلکہ یہ قوم کی امانت ہیں یہ احمدیت کے مستقبل کے معمار ہیں پس دعائیں کرتے ہوئے اور اپنے پاکیزہ عملی نمونہ سے ان کی تربیت کریں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنے عہد بیعت کو یاد رکھیں عابدات بنیں اور اپنے بچوں کو جنت کی ٹھنڈی ہواؤں کا مستحق بنائیں دو پہر ساڑھے بارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطاب اپنے اختتام کو پہنچا۔ خطاب کے بعد حضور انور نے دعا کروائی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ کے ایک حصہ میں بیٹھی ہوئی نومبائعات کے پاس تشریف لے گئے اور شرف زیارت بخشا۔ حضور انور کے مستورات سے خطاب کے بعد ایک ترانہ پیش کیا گیا بعدہٗ محترم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر جماعت احمدیہ غانا نے 'خلافت کی ضرورت واہمیت و برکات' کے عنوان پر حاضرین سے ایک ایمان افروز خطاب فرمایا اس طرح دوسرے دن کے پہلے اجلاس کا اختتام ہوا سوا ایک بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لاکر ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ دارالمسیح واپس تشریف لے گئے دوسرے دن کے دوسرے اجلاس کی کارروائی زیر صدارت مکرم ومحترم عبدالوہاب بن آدم امیر ومشنری انچارج غانا شروع ہوئی تلاوت مکرم حافظ طارق احمد صاحب ربوہ نے کی اور نظم مکرم میر احمد محمود صاحب ربوہ نے سنائی اس کے بعد محترم مولانا منیر احمد خادم صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان نے 'ہندوستان میں دعوت الی اللہ کے شیریں ثمرات' کے عنوان پر خطاب فرمایا آپ کی تقریر کے بعد ترانہ مکرم تنویر احمد شاہد صاحب اور کے۔ راشد صاحب نے پیش کیا۔ بعدہٗ تعارفی تقاریر ہوئیں پہلی تقریر محترم مولانا نسیم مہدی صاحب امیر ومشنری انچارج کینیڈا نے کی۔ دوسری تقریر مکرم یوسف عثمان صاحب آف تنزانیہ اور تیسری تقریر نمائندہ ماریشس نے کی اس طرح یہ اجلاس بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لاکر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد مکرم محمد انعام غوری صاحب ناظر اصلاح وارشاد صدر انجمن احمدیہ قادیان نے ہندوستان اور پاکستان سے تعلق رکھنے والے ستائیس نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ نکاحوں کے اعلان کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ازراہ شفقت تشریف فرما رہے۔ آخر پر حضور انور نے دعا کروائی۔

جلسہ سالانہ کا تیسرا روز 28: دسمبر بروز بدھ

آج جلسہ سالانہ کا آخری دن تھا حسب سابق جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو میاں وسیم الرشید صاحب نے کی نظم مکرم مولوی عطاء النصرت صاحب نے پڑھی۔ جلسہ کی کارروائی مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی کی زیر صدارت شروع ہوئی سب سے پہلی تقریر محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن کی تھی آپ کی تقریر کا عنوان تھا 'عقائد احمدیت' آپ نے مستند حوالہ جات کی مدد سے عقائد احمدیت کی صداقت ثابت فرمائی بعدہ مولوی شفیق احمد صاحب نے نظم پڑھی۔ جلسہ کی دوسری تقریر 10:45 پر 'نظام وصیت کی اہمیت وبرکات' کے عنوان کے تحت محترم شیخ مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ نے کی آپ کے بعد منتخب مہمان کرام کی تعارفی تقاریر ہوئیں۔

مہمانوں کا اظہار خیال

آج جلسہ سالانہ قادیان کا آخری دن تھا۔ کارروائی زیر صدارت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم مولوی سفیر احمد صاحب نے کی اور نظم مکرم ناصر علی عثمان نے پڑھی۔ جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس سے قبل درج ذیل مہمانوں نے سٹیج پر تشریف لاکر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور مختصر وقت میں جماعت کے کاموں اور خدمات کو سراہتے ہوئے جماعت کا

شکریہ ادا کیا اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

1۔ جناب سنت رام پرکاش داس وائس پریذیڈنٹ انڈیا وشوا ہندو پریشد وصدر V.H.P پنجاب

2۔ جناب سنت بابا درشن سنگھ نمائندہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی

3۔ جناب سنت بابا فقیر چند صاحب آف سکھ بھڈ ونی ہماچل

4۔ جناب سرندر کمار بلا صدر شوسینا کمیٹی

5۔ جناب انوراگ سود صاحب صدر سرو دھرم سد بھاؤنا کمیٹی

6۔ جناب پدم شری وجے کمار جی چوپڑہ ایڈیٹر ہند سماچار وجگ بانی

7۔ جناب سنت بابا کشمیرا سنگھ جالندھر صدر سنت سماج پنجاب

8۔ جناب طاہر احمد صاحب ایم پی گھانا وڈپٹی منسٹر آف انرجی (مکرم طاہر احمد صاحب مخلص احمدی ہیں اور گھانا سے جلسہ میں شرکت کے لئے قادیان پہنچے تھے)

جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس کے لئے تین بجے سہ پہر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مردانہ جلسہ گاہ تشریف لائے۔ سٹیج پر مذکورہ بالا مہمانوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔ حضور انور نے مہمانوں سے گفتگو فرمائی اور تعارف حاصل کیا۔ مہمانوں نے اس موقع پر حضور انور کے ساتھ تصویر بھی بنوائی اور حضور انور سے ملاقات کر کے بہت خوشی اور دلی جذبات کا اظہار کیا۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور کرسی صدارت پر تشریف لائے تو جلسہ گاہ نعروں سے گونج اٹھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نعروں کے بارہ میں ہدایت فرمائی کہ جو نعرے سامعین کی طرف سے لگائے جاتے ہیں ایک تو وہ موقع محل کے مطابق نہیں ہوتے دوسرے ان کی آواز دب کر رہ جاتی ہے اس لئے مرکزی طور پر سٹیج سے ہی موقع محل کے مطابق نعرے لگیں گے۔

اختتامی اجلاس کی باقاعدہ کارروائی مکرم قاری نواب احمد خان صاحب کی تلاوت سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد مکرم تنویر احمد صاحب ناصر نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام ع

''ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے''

پڑھا۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے بھارت اور پاکستان کی یونیورسٹیز اور کالجز میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء وطالبات کو اسناد عطا فرمائیں۔ اسناد دینے کی 12 تقاریب پہلے منعقد ہو چکی تھیں۔ اس تقریب میں 1984 سے 2005 تک کے عرصہ میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء نے خود یا ان کے نمائندگان نے حضور انور سے سند حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا۔ بعدہٗ حضور انور نے مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے مقابلہ بین المجالس میں، مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کو پہلی پوزیشن حاصل کرنے پر علمِ انعامی سے نوازا۔

حضور انور نے اختتامی خطاب کے آغاز میں سورۃ احزاب کی آیت نمبر 41 کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے پھیلنے اور میڈیا کی ترقی کی وجہ سے جماعت احمدیہ کا تعارف خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا ہے۔ آج حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح اور سچا ادراک عطا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آج اگر کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہے تو وہ احمدی ہے۔ احمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو ماننے والا ہے۔ حضور انور نے فرمایا مخالفت کی وجہ سے بصیرت اور بصارت نہیں رہتی اس لئے خدا کی طرف جھکیں کیونکہ کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کی عقل خدا کے فضل سے آتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو قرآن نہ ہوتا آج قرآن ہی کے ذریعہ سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پاک تھے۔ قرآن کا احسان ہے کہ اس نے گزشتہ انبیاء کا مقام ہمیں سمجھایا اسی کی کامل تاثیروں کی برکت سے یہ تمام صداقتیں زندہ اور قائم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی ہدایت کے لئے بہت دعائیں کرتے تھے۔ لوگوں کو خدا کی طرف بلانے کی پیاس تھی جس نے ایک جذب پیدا کر دی تھی۔ یہی جذب اور کشش ہے جس سے لوگوں کو خدا کے قریب لایا جاتا ہے جس طرح مخلوقات چاند، سورج اور ستارے خدا کے لئے کام کر رہے ہیں اسی طرح انسانوں کو بھی خدا کی رضا کے مطابق کام کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ظلم اور شرارت ہے

کہ صرف منہ سے مانو اور جو مرضی میں آئے کرو۔ برے اعمال اور بدعتوں میں پڑے ہوئے ہو مجھے کیسے الزام دے سکتے ہو کیونکہ مجھے تمام بدعتوں کو دور کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ ہمیں خدا کے کلام پر پنجہ مارنے کا حکم ہے اور ہم اس پر پنجہ مار رہے ہیں۔ اختلاف اور تنازعہ کے وقت ہم قرآن پر زور دیتے ہیں ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پس اللہ کی پکڑ سے بچیں الزام تراشی نہ کریں میں ہمدردی کے جذبہ سے کہتا ہوں کہ توبہ کریں توبہ کریں توبہ کریں کیونکہ ظلم و تعدی کی مثالیں دکھانا ہماری شان نہیں ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ آپ اپنے مقام کو سمجھیں اپنے اندر اور اپنی نسلوں کے اندر نیک تبدیلیاں پیدا کریں۔ عبادتوں میں اعلیٰ مقام پیدا کریں۔ کیونکہ آپ نے صلح آشتی اور محبت کے پیغام کو مشرق مغرب شمال جنوب میں بسنے والے ہر انسان تک پہنچانا ہے۔ عاشق صادق کی غلامی میں آنے کے بعد اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ اگر ہم نے عمل نہ کیا تو ہم انعام نہ پائیں گے خدا تعالیٰ ہر احمدی کو یہ فیض عطا فرماتا رہے جو برکتوں اور رحمتوں سے یہاں جھولیاں بھری ہیں وہ ہمیشہ بھری رہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی تمام دعاؤں کے وارث بنیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ خطاب پانچ بجکر بیس منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد حضور انور نے دعا کروائی۔

حضور انور نے جلسہ سالانہ کی حاضری کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاضری ستر ہزار ہو چکی ہے جبکہ گزشتہ جلسہ سالانہ کی حاضری 32 ہزار تھی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کچھ وقت کے لئے نومبائعین کی طرف تشریف لے گئے جو جلسہ گاہ کے ایک احاطہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا۔ نومبائعین نے بھی اپنے ہاتھ بلند کئے اور خوشی کا اظہار کیا۔ بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لجنہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے جہاں خواتین نے پُرجوش انداز میں نعرے لگاتے ہوئے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ بچیوں نے گروپس کی صورت میں کورس کی شکل میں دعائیہ نظمیں پڑھیں۔

45 ممالک کی نمائندگی

اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان کے اس تاریخی جلسہ سالانہ کی حاضری ستر ہزار تک پہنچی ہے اور ہندوستان کی تاریخ میں یہ کسی جلسہ کی سب سے زیادہ حاضری ہے۔ قادیان کی اس بستی میں 1891 میں جلسہ سالانہ کا آغاز 75 احباب کے ساتھ ہوا تھا اور آج اسی پیاری بستی میں ہونے والے جلسہ میں ستر ہزار احباب شریک ہوئے ہیں اور یہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا تھا کہ يَاتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ وَيَاتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کہ لوگ دور دور کے راستوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ قادیان کے اس تاریخی جلسہ سالانہ میں یہاں ہندوستان کے تمام صوبوں کے دور دراز علاقوں سے تین تین چار چار دن کا ہزار ہا کلومیٹر کا سفر طے کر کے لوگ قادیان پہنچے۔ وہاں پاکستان کے پانچ ہزار سے زائد افراد پر مشتمل کئی قافلے پاکستان کی مختلف جماعتوں سے لمبے سفر طے کر کے قادیان پہنچے۔

ہندوستان سے باہر پاکستان کے علاوہ دنیا کے درج ذیل 45 ممالک سے اڑھائی ہزار سے زائد احباب قادیان پہنچے:

امریکہ، کینیڈا، فرانس، جرمنی، ناروے، بیلجیئم، انگلینڈ، سپین، آئرلینڈ، سوئٹزرلینڈ، ڈنمارک، سویڈن، ہالینڈ، سعودی عرب، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، برونائی، سنگاپور، ملائیشیا، ماریشس، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، زیمبیا، غانا، نائیجیریا، ساؤتھ افریقہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، عمان، کویت، شارجہ، ابوظہبی، دوبئی، شام، اسرائیل، بھوٹان، نیپال، برما، سری لنکا، جاپان، روس، قرغیزستان۔

لنگر خانے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کی وجہ سے جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہندوستان کے مختلف حصوں سے کئی قافلے قادیان پہنچے۔ بیرونی ممالک سے

بھی احباب کی آمد کثرت سے ہوئی۔مہمانوں کی غیر معمولی تعداد میں آمد کی وجہ سے جلسہ سالانہ کے انتظامات کو وسیع کیا گیا تھا۔امسال تین نئے لنگر خانے تعمیر کئے گئے اس طرح جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے چھ لنگر خانوں میں کھانا تیار کیا جاتا رہا۔

رہائشی اِنتظامات

مہمانوں کی رہائش کے لئے بھی وسیع طور پر انتظامات کئے گئے تھے۔اس دفعہ درج ذیل جماعتی عمارات میں مہمان ٹھہرائے گئے۔

1۔دارالمسیح 2۔ بیسمنٹ مسجد اقصیٰ
3۔نصرت گرلز سکول ودفاتر 4۔دارالضیافت
5۔ایوانِ انصار 6۔ایوان خدمت وایوان طاہر
7۔گیسٹ ہاؤسز دارالانوار 8۔ جامعۃ المبشرین
9۔ہوسٹل جامعۃ المبشرین 10۔گیسٹ ہاؤس مارشیئس
11۔سرائے طاہر 12۔نصرت گرلز کالج
13۔چارمنزلہ عمارت جس میں مختلف رہائشی اپارٹمنٹس ہیں
14۔بیت النصرت لائبریری 15۔ہال جلسہ سالانہ
16۔ٹی آئی ہائی سکول 17۔جامعہ احمدیہ وبورڈنگ
18۔نورہسپتال۔

اس کے علاوہ قادیان کی انتظامیہ نے بھی اپنی درج ذیل عمارات مہمانوں کی رہائش کے لئے پیش کیں۔

1۔گورونانک دیوا کیڈمی 2۔سونورانا پیلس
3۔رکھڑا پیلس 4۔ویدکورسکول۔
5۔انگلش ماڈل سکول 6۔اے۔جی۔ایم پیلس۔
7۔خالصہ سکول۔ 8۔ایس ایس باجوہ سکول
9۔ایس این کالج 10۔ڈی اے وی سکول

علاوہ ازیں قادیان کے احمدی احباب کے گھروں میں گیارہ ہزار مہمان ٹھہرائے گئے۔ایک سو پچاس گھروں نے اپنے صحنوں میں اور بعض نے چھتوں پر خیمے بھی نصب کئے ہوئے تھے۔
دیگر مذاہب کے احباب کے گھروں میں بھی دو ہزار کے قریب مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔عارضی قیام گاہوں میں Shed دانہ منڈی میں چار ہزار سے زائد مہمانوں کی رہائش کا انتظام تھا۔
اس کے علاوہ 30 ایکڑ زمین پر خیمہ جات نصب کئے گئے جن میں مہمانوں کی کثیر تعداد ٹھہری ہوئی تھی۔

سپیشل ٹرینیں

جلسہ سالانہ کے موقع پر تین اسپیشل ٹرینیں گوہاٹی آسام، کلکتہ، بنگال اور حیدر آباد اور آندھرا پردیش سے قادیان پہنچیں۔لوگ ٹرینوں میں تین سے چار دن کا سفر طے کر کے قادیان پہنچے۔ٹرینوں کے اندر ہی لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز باجماعت کی ادائیگی، درس وتدریس اور لنگر خانہ کا انتظام تھا۔صوبہ لکشن دیپ سے آنے والے احباب پانچ دن کا سفر طے کر کے قادیان پہنچے تھے۔ہندوستان کے مختلف صوبوں سے آنے والے لوگ بڑی تکلیف اٹھا کر قادیان پہنچے تھے۔لیکن کسی کے چہرے پر بھی اتنے لمبے اور کئی کئی دن کے مسلسل سفر کے باوجود تھکن کے کوئی آثار نہیں تھے۔قادیان پہنچتے ہی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دیدار کے ساتھ ہی ان کے چہرے خوشی و مسرت سے چمک اٹھے اور ہر کوئی اپنی خوش نصیبی اور سعادت پر خوش تھا کہ اسے اپنے پیارے آقا کا دیدار نصیب ہوا ہے۔اللہ یہ برکتیں اور سعادتیں ان کے لئے مبارک فرمائے۔

مجلس شوریٰ بھارت سے خطاب

پروگرام کے مطابق 29ردسمبر 2005 کو جماعتہائے احمدیہ بھارت کی سترہویں مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوا۔مسجد اقصیٰ اور اس کے صحن میں شوریٰ کا یہ اجلاس اور جملہ کارروائی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی صدارت میں ہوئی۔مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس کا آغاز دس بجے صبح ہوا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے افتتاحی خطاب میں مجلس شوریٰ کے ممبران سے خطاب فرمایا اور انہیں زریں ہدایات سے نوازا اور ان کی رہنمائی فرمائی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایات تمام ممالک کی مجالس شوریٰ کے لئے مشعل راہ ہیں اور نمائندگان شوریٰ کے لئے رہنمائی کا موجب ہیں۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس خطاب کے بعد شوریٰ کی مزید کارروائی سوا گیارہ بجے تک حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں جاری رہی۔اس کے بعد ایجنڈا کی ایک تجویز پر قائم ہونے والی سب کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ جو ایک بجے تک جاری رہا۔تین بجے سہ پہر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں مجلس شوریٰ بھارت کا دوسرا اجلاس مسجد اقصیٰ میں شروع ہوا۔مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس ساڑھے چار بجے اختتام کو پہنچا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کروائی بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت مجلس شوریٰ کے تمام نمائندگان کو شرف مصافحہ بخشا ساتھ ساتھ تصاویر بھی کھینچی جاتی رہیں۔

سرائے عبید اللہ کا افتتاح

گیارہ بجکر بیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت احمدیہ ماریشس کی درخواست پر ان کے نئے تعمیر ہونے والے گیسٹ ہاؤس میں تشریف لے گئے۔حضور انور نے گیسٹ ہاؤس کا معائنہ فرمایا اور وہاں جماعت احمدیہ ماریشس کے مقیم احباب کو شرف ملاقات بخشا۔سبھی نے حضور انور کے ساتھ تصاویر بھی بنوائیں حضور انور نے دعا کے ساتھ اس گیسٹ ہاؤس کا افتتاح فرمایا اور اس کا نام 'سرائے عبید اللہ' رکھا۔ یہ نام حضرت مولوی عبید اللہ صاحبؓ کے نام پر رکھا گیا۔آپ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے صحابی تھے اور قادیان مرکز سے ماریشس جانے والے دوسرے مربی سلسلہ تھے اور عین جوانی میں آپ نے خدمت دین کی حالت میں ماریشس میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔آپ وطن سے دور ماریشس میں وفات پانے والے پہلے مربی سلسلہ تھے۔حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک خطبہ میں آپ کو ہندوستان کا پہلا شہید قرار دیا۔

ایک بجکر بیس منٹ پر حضور انور نے مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لا کر ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

8 نکاحوں کا اعلان

نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آٹھ نکاحوں کا اعلان فرمایا۔نکاحوں کے اعلان بعد حضور انور نے دعا کروائی۔

مسجد اقصیٰ میں باجماعت نماز تہجد کا انتظام

ایک بہت ہی روحانی ماحول تھا کہ تمام لوگ اتنی سردی میں گرم گرم لحافوں سے نکل کر مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔تہجد کی نماز کے بعد فجر کی اذان ہوتی۔ یہ اذان اس قدر موثر انداز سے دی جاتی کہ دل اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔دل میں خوب اتر جانے والی آواز تھی۔مسجد اقصیٰ کے وسیع برآمدے اور صحن گھنٹوں پہلے نمازیوں سے بھر جاتے تھے اور پھر حضور انور نماز پڑھانے کیلئے تشریف لاتے۔ وہی ہمیشہ کی طرح متبسم چہرہ، نیم وا آنکھیں، باوقار اور سبک چال، کتنی طمانیت ملتی تھی اس باخدا شخص کی قربت میں اور دوران نماز حضور انور کی سوز میں ڈوبی ہوئی مسحور کن آواز میں تلاوت قرآن کریم سن کر تو مقتدی ایک اور ہی عالم میں پہنچ جاتے۔آسمان سے انوار کا نزول ہوتا تھا، دعا کیلئے وقت اصلی میسر آتا تھا اور گناہ ڈھل جاتے تھے۔نماز کے اختتام پر پیارے آقا پھر متبسم لبوں اور ہاتھ کے اشارے سے، عشاق مسیحؑ کو سلامتی کی دعا دے کر کسی اور اہم فریضے کی ادائیگی کیلئے تشریف لے جاتے۔
نماز کے بعد روزانہ مسجد اقصیٰ میں کسی عالم دین کا مختصر درس القرآن ہوتا درس کے بعد کئی لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگتے بعد میں کئی لوگ بہشتی مقبرہ کی طرف روانہ ہو جاتے تا کہ قبور پر دعا کر سکیں۔

بہشتی مقبرہ قادیان

احاطہ بہشتی مقبرہ کا حالیہ رقبہ تقریباً17 ایکڑ ہے۔ یہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا آبائی باغ تھا۔ بعد میں کچھ اور زمین خرید کر اس احاطہ کو وسیع کیا گیا بہشتی مقبرہ میں سب سے پہلے حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ دسمبر 1905 میں دفن ہوئے بہشتی مقبرہ میں آپ کی قبر سب سے پہلی قبر ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات 26 مئی 1908 کو لاہور میں ہوئی تھی۔ 27 رمئی کو حضورؑ کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیا گیا۔ آپ کے دائیں طرف حضرت خلیفہ اولؓ کی تدفین مارچ 1914 میں ہوئی۔

مزار مبارک پر دعا

تقریباً ساڑھے چار بجے شام روزانہ ہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مزار مبارک پر دعا کیلئے بہشتی مقبرہ تشریف لے جاتے تھے۔ حضور انور کے انتظار میں اپنے پیارے امام کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے دارالمسیح کے گیٹ سے لے کر بہشتی مقبرہ کے اندر احاطہ خاص تک اس امن کی بستی کے مکین اور پاکستان اور دنیا کے دوسرے ممالک سے آنے والے احباب مرد و خواتین، بچے بوڑھے سبھی راستوں کے دونوں جانب کھڑے ہوتے تھے۔ جونہی حضور انور ان کو السلام علیکم کہتے، احباب، خواتین اور بچے بچیاں وفور جذبات سے روتے ہوئے ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے عشق پیار و محبت کا اظہار کرتی تھیں۔ قدم قدم پر نعرے بلند کئے جا رہے تھے۔ بڑا ہی روح پرور منظر تھا۔ یوں لگتا تھا کہ سارا قادیان ہی امڈ آیا ہے۔ بعض خاندان اپنے گھروں کے دروازوں میں کھڑے ہوتے۔ بعض گھروں کی کھڑکیوں سے اپنے ہاتھ ہلا رہے ہوتے۔ گھروں کی چھتوں پر خواتین اور بچیاں کھڑی ہوتیں۔ حضور انور کو دیکھتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ ہر ایک اپنی سعادت اور خوش نصیبی پر خوش تھا کہ آج اللہ تعالیٰ نے وہ دن دکھایا ہے کہ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنفس نفیس ان میں رونق افروز ہیں۔ یہ عشاق دیدار کا کوئی لمحہ بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جتنے دن حضور کا قادیان میں قیام رہا یہ نظارہ روزانہ ہی دیکھنے کو ملتا رہا۔

ملاقاتیں

قادیان میں آیا ہوا ہر فرد ہر شخص محض اور محض حضرت مسیح موعودؑ کی محبت میں ہی یہاں آیا تھا اور اس کے خلیفہ کی زیارت کیلئے آیا تھا۔ ان کی پیاس اس وقت بجھتی جب وہ اس کے خلیفہ کا دیدار کرتے۔ ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی کہ میں اپنے خلیفہ سے شرف ملاقات بھی حاصل کروں۔ چنانچہ کثیر تعداد میں لوگوں نے ملاقات بھی کی۔

درویشان قادیان سے ملاقات

سب سے پہلے حضور انور نے قادیان تشریف لانے پر 16 دسمبر کو درویشان قادیان سے ملاقات کی۔ ساڑھے چار بجے درویشان قادیان نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف ملاقات حاصل کی۔ حضور انور نے تمام درویشان کو جن کی تعداد تیس سے زائد تھی شرف مصافحہ بخشا۔ بعض درویشان بوڑھے تھے اور کرسی سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ بعض Wheel Chair پر آئے تھے۔ حضور انور از راہ شفقت خود سب کے پاس باری باری تشریف لے گئے اور مصافحہ کی سعادت سے نوازا۔ بعد میں سب کے ساتھ گروپ فوٹو ہوا۔ یہ سبھی درویشان قادیان اپنی اس خوش بختی اور خوش نصیبی پر بے حد خوش تھے۔ بعض درویشان نے روتے ہوئے کہا ہم دعا کیا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اتنی زندگی دے دے کہ ہم حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو دیکھ لیں اور حضور سے مل لیں۔ آج اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں قبول کر لی ہیں۔ ایک درویش نے حضور انور سے ملتے ہوئے کہا کہ حضور انور چوتھے خلیفہ ہیں جن سے میں اپنی زندگی میں معانقہ کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

درویشان سے ملاقات اور گروپ فوٹو کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے دفتر تشریف لے آئے جہاں قادیان کی فیملیز کی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ اس دن قادیان کی 93 فیملیز کے 568 افراد نے حضور انور سے ملاقات کا شرف

حاصل کیا اور تصاویر بنوانے کی بھی سعادت حاصل کی۔

احباب جماعت سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ملاقاتیں 16 دسمبر سے ہی شروع ہو گئیں 23 دسمبر تک انفرادی اور فیملی ملاقاتیں ہوئیں پھر 24 دسمبر سے 31 دسمبر تک اجتماعی ملاقاتیں ہوئیں۔ یکم جنوری 2006 سے پھر انفرادی ملاقاتیں شروع ہو گئیں۔ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے 70,000 افراد میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ حضور سے ملاقات کرے حضور انور کے ہاتھ چومے، دعائیں حاصل کرے اور اپنے ان قیمتی لمحات کو یادگار بنانے کیلئے تصاویر بنوائے یہاں پر صرف بطور نمونہ دو دن 24 اور 25 دسمبر کی ملاقاتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

24 دسمبر 2005

آج پروگرام کے مطابق بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، برما، نیپال، بھوٹان اور عرب ممالک و دیگر ممالک سے جلسہ میں شامل ہونے والے احباب کی اجتماعی ملاقات کا پروگرام تھا۔

صبح پونے گیارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد اقصیٰ تشریف لائے اور ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ ملاقاتوں کا یہ پروگرام سوا دو بجے تک جاری رہا۔ جس میں چار ہزار سے زائد احباب جماعت نے باری باری حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔ ساتھ ساتھ تصاویر بھی بنائی جا رہی تھیں۔ حضور انور مسلسل ساڑھے تین گھنٹے کھڑے رہے اور احباب ایک قطار میں آتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے مصافحہ کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ بعض احباب اپنا تعارف بھی کرواتے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی بعض احباب سے ازراہ شفقت گفتگو فرماتے۔

لجنہ سے ملاقات

بہشتی مقبرہ میں دعا کے بعد حضور انور واپس دارالمسیح تشریف لے آئے آج پروگرام کے مطابق لجنہ سے اجتماعی ملاقات تھی۔ حضور انور ملاقات کے لئے بیت مبارک سے ملحقہ دالان حضرت اماں جانؓ میں تشریف لے گئے۔ ہندوستان، پاکستان، اور دنیا کے دوسرے ممالک سے آنے والی خواتین نے حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا خواتین ایک قطار کی صورت میں حضور انور کے سامنے سے گزرتی رہیں اور سلام عرض کرتیں اور شرف زیارت حاصل کرتیں۔ حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا بھی اس دوران حضور انور کے ساتھ تشریف فرما رہیں۔ لجنہ سے ملاقات کا یہ پروگرام شام سوا سات بجے تک جاری رہا۔

25 دسمبر 2005

بہشتی مقبرہ سے واپسی پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیت اقصیٰ تشریف لے گئے جہاں مرد احباب کی اجتماعی ملاقات کا پروگرام تھا۔ آج بھی تین ہزار سے زائد افراد نے حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا احباب جماعت باری باری ایک قطار کی صورت میں چلتے ہوئے حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کرتے رہے ساتھ ساتھ تصاویر بھی بنتی رہیں۔ حضور انور بعض احباب سے ان کا حال دریافت فرماتے اور گفتگو بھی فرماتے۔ آج ملاقات کرنے والوں میں پاکستان، ہندوستان کی جماعتوں سے آئے ہوئے احباب کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک سے آنے والے بعض احباب بھی شامل تھے ملاقاتوں کا یہ پروگرام سوا سات بجے تک جاری رہا۔

زیارت مقامات مقدسہ

قیامِ قادیان کے دوران علاوہ ازیں احباب زیادہ سے زیادہ مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے، مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک میں نوافل ادا کرتے دعائیں کرتے دارالمسیح، سرخی کے نشان والا کمرہ، بیت الفکر، دالان حضرت اماں جان کی زیارت کرتے بیت الدعا میں نوافل ادا کرتے۔ یہاں پہنچتے ہی انسان کی

کیفیت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔

مقامات مقدسہ میں بہشتی مقبرہ میں موجود مکان حضرت اماں جانؓ، شہ نشین، جنازہ گاہ اور مقام ظہور قدرت ثانیہ کی زیارت کیلئے بھی احباب کثرت سے تشریف لاتے رہے۔

مقامات مقدسہ میں بہشتی مقبرہ ایک بہت ہی اہم جگہ ہے یہاں روزانہ ہی حضرت مسیح پاکؑ، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی قبور پر دُعا کی غرض سے احباب کثرت سے تشریف لاتے رہے۔ یہاں آ کر تو خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا احساس ہوتا ہے کہ اس قدر کثرت سے لوگ یہاں آتے ہیں اور آپ کی قبر مبارک پر دعا کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے، کیا کسی جھوٹے کو ایسی عزت مل سکتی ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

قادیان میں جلسہ سالانہ کے ایام کا موسم

اس دفعہ قادیان میں صورتحال یہ تھی کہ 25 دسمبر تک دھند کا غلبہ تھا۔ خدشہ یہ تھا کہ لوگوں کو گیلی جگہ پر بیٹھنا پڑے گا اور پھر دوسری اہم بات، کیا ایسی دھند میں ایم ٹی اے کے کیمرے صحیح واضح فوٹوگرافی کر کے اپنا فرض احسن انداز میں نبھا سکیں گے 26 کی صبح طلوع ہوئی تو دھند غائب اور چمکتا، مسکراتا سورج، وہ بھی خوش اور کیمرے والے بھی خوش، یہ موسم کی تبدیلی، یہ اچانک تبدیلی کیسے ہوئی۔ یہ **انی معک یا مسرور** کا کرشمہ تھا۔ جب اللہ کا فضل امام مکرم کے شامل حال ہو تو دھند چھٹ سکتی ہے، سورج مسکرا سکتا ہے، دن روشن ہو سکتا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ سو جلسہ کے تینوں روز سورج بھی بڑے اشتیاق سے اس اجتماع، اس اہم جلسہ قادیان کو جی بھر کر دیکھتا رہا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1991 کے جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر افتتاحی خطاب میں فرمایا تھا۔

”قادیان آنے سے متعلق یہ پہلا سفر ہے اور آئندہ بھی انشاءاللہ جب دوبارہ خدا مجھے یہاں لے کے آئے گا اور آئندہ خلفاء کو بھی لے کے آئے گا اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان آئندہ خلفاء کی راہ میری آمد سے ہموار کر دی جائے گی یا یہ توفیق کسی اور خلیفہ کو ملے گی۔ لیکن یہ تو مجھے کامل یقین ہے کہ جس خدا نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو آخرین کا امام بنا کر بھیجا تھا وہ ضرور اپنے وعدے سچے کر دکھائے گا اور ضرور بالآخر خلافت احمدیہ اپنے اس دائمی مقام کو واپس لوٹے گی۔“

(الفضل انٹرنیشنل 30/ دسمبر 2005)

جس طرح 1991 کا جلسہ سالانہ قادیان تاریخ احمدیت پر ان مٹ نقوش چھوڑ گیا اسی طرح 2005 کا جلسہ سالانہ قادیان بھی کبھی دلوں سے محو نہیں ہو سکے گا جماعت کی بے قرار دعاؤں نے یہ دن دکھایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی قادیان تشریف آوری کے 14 سال بعد اللہ تعالیٰ کی تقدیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ قادیان لے آئی اور 70 ہزار عاشقوں نے قادیان کے جلسوں کی تاریخ میں ایک نیا جھنڈا نصب کیا۔

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کو جو چیز ہر دوسرے جلسوں اور اجتماعات سے ممتاز کرتی ہے وہ اس کی للّٰہیت اور خدا نمائی ہے۔ یہ مجمع خدا کیلئے ہے اور خدا تعالیٰ کی عظیم برکات اور نشانات کا جلوہ گاہ ہے۔ اس کا ہر بول، اس کی ہر سانس اور اس کا ہر نظارہ انسان کو خدا کی یاد دلاتا ہے اور اس کے قرب میں آگے بڑھاتا ہے۔

جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کی سب سے بڑی برکت یہ تھی کچھ دنوں کیلئے دنیاوی علائق سے پاک روحانی ماحول میسر آیا عاشقانہ رنگ نمایاں تھا اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں اور التجاؤں کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے والہانہ عقیدت اور احترام کے نظارے نمایاں تھے جس بستی کے ذروں نے مسیح پاک کے قدموں کو چوما تھا اب لوگ عقیدت سے

ان ذروں کو چومتے تھے۔

افضال الٰہی کا نزول۔ایم ٹی اے کی تاریخی کارکردگی کا تذکرہ اور شکرانہ کی تلقین

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 30/دسمبر 2005

حضور انور نے سورۃ الزمر کی آیت نمبر 67 تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے ''بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا'' حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو دن پہلے ہمارا جلسہ سالانہ قادیان اختتام کو پہنچا جو احمدی اس جلسہ میں شامل ہوئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے دیکھے اور اپنے اندر ایک روحانیت اترتی دیکھی۔حضرت مسیح موعودؑ نے تائید الٰہی سے جس جلسے کا آغاز 100 سال قبل فرمایا تھا آج بھی وہ تائیدات اس میں شامل ہونے والوں کے چہروں پر نظر آ رہی ہیں۔

حضور انور نے احمدیہ ٹیلی ویژن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی نعمت ہے جس کی بدولت دنیا کے کونہ کونہ میں احمدیوں نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارشوں کے عظیم الشان نظارے دیکھے۔اس کے ذریعہ لائیو ٹرانسمیشن بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں میں سے ایک فضل ہے۔14 دسمبر تک سب مایوس ہو چکے تھے کہ براہ راست نشریات نہ ہو سکیں گی لیکن اسی دن دوپہر کو خاص اجازت نامہ مل گیا اور 16 دسمبر کا خطبہ لائیو نشر ہوا۔یہ حضرت مسیح موعودؑ سے کئے گئے خدائی وعدوں کے پورا ہونے کی دلیل ہے کہ میں تیرے پیغام کو ساری دنیا میں پہنچاؤں گا اور تیرے سب کام سنواروں گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہیں کہ ہم خدا کے سامنے زیادہ سے زیادہ جھکتے ہوئے اس کے شکر گزار بندے بنیں۔

حضور انور نے ایم ٹی اے کے جملہ کارکنان کیلئے خصوصی دعا کی تحریک کی اور فرمایا کہ یہ اپنی نوعیت کا خاص چینل ہے جو زیادہ تر رضا کاروں کے ذریعہ اور بغیر اشتہارات کے 24 گھنٹے چلتا ہے۔حضور انور نے فرمایا کہ جہاں بھی جلسہ ہوتا ہے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ کے فضل بارش کی طرح برستے ہیں اور پھر جلسے کے بعد نئی منزل نظر آ رہی ہوتی ہے جو شکر گزاری کی طرف متوجہ کرتی ہے اب اس بستی سے اتنا کامیاب جلسہ ہوا جہاں پہلے جلسہ میں 75۔افراد شامل تھے اور اس بستی کو صرف چند لوگ جانتے تھے مگر مسیح پاکؑ کی دعاؤں کے طفیل اس جلسہ میں 70 ہزار حاضری تھی اور آج دنیا کے کونہ کونہ میں قادیان کی آواز گونج رہی ہے ہمارے سر اور دل شکر کے جذبات سے لبریز ہو جانے چاہئیں۔

حضور انور نے شکر گزاری کے طریق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد رکھنی چاہئے کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے اور ایسے اعمال بجا لاؤں جو تیرے پسندیدہ ہوں۔حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر تب ادا ہو سکے گا جب آپ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق شکر گزاری کے جذبہ کے ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کر رہے ہونگے۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کے ساتھ اس کے بندوں کے حقوق ادا کر رہے ہونگے۔میاں بیوی کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے والے، صلح کی کوشش کرنے والے اور بھائیوں کو معاف کرنے والے بن جائیں گے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 20/جنوری 2006:

حضور انور نے فرمایا کہ دہلی کے سفر کے بعد بذریعہ ٹرین قادیان پہنچے۔استقبال کے نظارے آپ نے ایم ٹی اے پر دیکھے ہیں۔اس بستی میں پہنچ کر عجیب کیفیت ہوتی ہے۔منارۃ المسیح عجیب شان سے نظر آتا ہے۔مزار مسیح موعودؑ پر دعا کر کے سکون آتا ہے۔قادیان میں ایک ماہ قیام کیا لیکن پتہ نہیں چلا کہ کس طرح گزر گیا۔قادیان کے سفر کے حالات حال دل کی کہانی ہے جو سنائی نہیں جا سکتی جس کی یاد بے چین کر دیتی ہے اس بستی کا عجیب نشہ ہے اسے زبان سے بیان کرنا مشکل ہے۔

حضور انور نے قادیان شہر کے بارے میں بتایا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورہ قادیان 1991 کے بعد بہت سی نئی عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں۔ پرائیویٹ گھر اور نئی جماعتی عمارتیں بنی ہیں شہر بہت پھیل گیا ہے۔ احمدیوں کی اکثریت میں سادگی ہے۔ درویشوں کی اولادیں اس سادگی اور سکون کو یادرکھیں اسی طرح اس بستی میں نئے آباد ہونے والے بھی اس کے تقدس کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ قادیان کی غیر مذاہب کی آبادی نے بھی مہمان نوازی کے تعلق کا حق ادا کیا۔ قادیان میں قیام کے دوران اس طرح لگتا تھا کہ پورا مہینہ جلسہ کا سماں ہے۔ گلیوں میں اس قدر رش ہوتا تھا کہ ایم ٹی اے کے کیمرے اسے صحیح طور پر نہیں دکھا سکے۔ بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں سب کے چہروں سے لگتا تھا کہ وہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہیں۔ حد درجہ اخلاص و فدائیت اور پیار و محبت کا اظہار کرتے تھے۔ مختلف علاقوں اور قومیتوں کے لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے جھولیاں بھرنے کیلئے باوجود غربت کے کھنچے چلے آئے تھے۔ وہاں کی کیفیت دیکھنے والے ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ قادیان کے جلسہ پر پاکستان سے آنے والے احمدیوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ جدائی اور احساس محرومی کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بعض احمدیوں نے جو شرکت نہیں کر سکے انہوں نے خطوں اور شعروں میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے۔ قادیان میں لوگوں کو بیت الدعا، بیت الفکر اور مسجد مبارک وغیرہ میں نفل پڑھتے اور دعائیں کرتے دیکھا اللہ کرے کہ وہ نوافل اور دعاؤں کی عادت کو زندگی کا حصہ بنالیں۔

حضور انور نے فرمایا ہوشیار پور بھی جانے کا موقع ملا۔ وہ مکان جس میں حضرت مسیح موعودؑ کو مصلح موعود کی بشارت ملی تھی اسے جماعت خرید چکی ہے وہاں جا کر دعا کی توفیق ملی۔ جب میں قادیان پہنچا تو وہاں کے لوگوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہہ رہے تھے اور میری واپسی کے وقت جدائی کے غم کے آنسو تھے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس جدائی کے غم کو دور کرنے کیلئے ان آنسوؤں کو ہمیشہ بہنے والا بنائیں۔ اہل پاکستان اور اہل ربوہ بھی اللہ کے حضور گڑ گڑائیں اور عبادتوں کو زندہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کامیابی اور ترقیات کی منزلیں نزدیک تر کر دے۔ آمین

اَلْخِلَافَۃُ الْاِسْلَامِیَّۃُ الْاَحْمَدِیَّۃُ

محمد صدیق امرتسری۔ مرحوم

خلافت نور ربّ العالمیں ہے
خلافت ظلِّ ختم المرسلیں ہے

خلافت حرزِ جانِ مومنیں ہے
خلافت دیں کا اک حُسنِ حسیں ہے

خلافت پَرتوِ مہرِ مُبیں ہے
خلافت رونقِ گلزارِ دیں ہے

خلافت حامیٔ اعدائے دیں ہے
خلافت حامیٔ شرعِ متیں ہے

خلافت پاسبانِ مومنیں ہے
خلافت ہی سے شانِ مومنیں ہے

خلافت باعثِ تہذیبِ انساں
خلافت کشورِ حق کی امیں ہے

خلافت زینتِ مُہرِ نبوّت
خلافت ایک تابندہ نگیں ہے

خلافت محرمِ انوارِ قرآں
خلافت کاشفِ اسرارِ دیں ہے

خلافت سے جو رکھتا ہے عداوت
وہ پیروکارِ شیطانِ لعیں ہے

خلافت سے سدا وابستہ رہنا
ہمارا عین فرضِ اوّلیں ہے

خلافت مخزنِ عرفان و حکمت
خلافت درسگاہِ علمِ دیں ہے

خلافت وحدتِ ملّت کی ضامن
خلافت لائقِ صد آفریں ہے

خلافت ملّتِ بیضا کے حق میں
حصارِ امن و ایمانِ یقیں ہے

خلافت کا یہ فیضِ عام لیکن
بفیضِ "رحمۃ للعالمیں" ہے

سب کا محبوب سب کا پیارا

امتہ المنان قمر اہلیہ میر غلام احمد صاحب نسیم

19 / اپریل 2003 کا دن دنیائے احمدیت پر کیسا طلوع ہوا اس کا تصور کر کے اب بھی دل ڈوبنے لگتا ہے۔ وہ ہستی جس کی صحت و سلامتی کیلئے جماعت کا ہر فرد دعائیں کرتا تھا۔ اچانک اس جہاں کو الوداع کہہ گئی۔ اِنّــا للّٰہ وإنّــا الیــہ راجعون ۔ جس کی وفات کے بعد کئی روز تک میرے سجدوں میں غیر شعوری طور پر اسکی صحت وسلامتی کی ہی دعائیں اٹھتی رہیں۔ دل نے بہت عرصہ کے بعد اس کی وفات کو تسلیم کیا اور اسکی مغفرت کے لئے دعائیں مانگیں۔

خلافت سے بہت پہلے ربوہ کے جلسہ سالانہ کے پروگرام میں جب آپ کی تقریر کا نام پڑھتی تو سوچ لیتی بلکہ اپنے تصورات کے کیلینڈر پر نشان لگا دیتی کہ ''میاں طاہر'' کی تقریر ضرور سننی ہے۔ آپ کے طرزِ بیان کا سحر صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے واقعات کو ایک زندہ حقیقت بنا کر سامنے لے آتا۔ تقریر و تحریر کا لطف تو صرف سننے اور پڑھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

ربوہ کی گرمی میں پسینے سے شرابور بچوں کو گود میں اٹھائے ہوئے عورتوں کا ہجوم کمرے میں دوائی لینے کے لئے اکٹھا ہے۔ اُس ناخوشگوار فضا میں سانس لینا بھی مشکل ہوتا مگر آپ خندہ پیشانی سے ہر ایک کی بات سنتے اور اس کی بیماری کی تشخیص کر کے دوائی لکھتے اور بے چین ماؤں کو تسلی دیتے۔ خدمتِ خلق کا یہ جذبہ سب آنے والوں کے لئے یکساں تھا۔ تاہم واقفین کا خاص خیال رکھتے (میرے میاں بیرونِ پاکستان مربی تھے) میرے ایک بچے کی بیماری کچھ پیچیدگی اختیار کر گئی۔ میں نے لاہور جا کر ایک Specialist سے اس کا علاج شروع کروایا۔ لاہور میں کرفیو لگ گیا۔ میں سخت پریشانی میں آپکے پاس آئی۔ صورتِ حال سن کر آپ نے اس طرح میری پریشانی دور کی اور تسلی دی کہ ''اس تکلیف کا علاج تو صرف ہومیو پیتھی میں ہی ہے۔ آپ بالکل نہ گھبرائیں'' اور آپ کے ہمدردانہ الفاظ سے میرا دل تسلی پا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور آپ کی دعا اور دوا سے بچہ بالکل تندرست ہو گیا اور اس کے بعد ایک محسن کے ساتھ ایک احسان مند کو جو عقیدت ہوتی ہے میرے حصہ میں بھی آئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کی خلعت عطا کی۔ ہر جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے اندر روحانیت کی ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ آٹھ دن کے بعد پھر ایمان افروز خطبے کو سُن کر یوں محسوس کرنا کہ میری روحانیت کی بیٹری دوبارہ چارج ہو گئی ہے۔ دل چاہتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ اس فیض سے مستفید ہوتی رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد مبارک ربوہ میں اعتکاف کی توفیق دی۔ اور پانچوں نمازیں آپ کی اقتداء میں پڑھنے سے فیض یاب ہوئی۔

اچانک حضور لندن چلے گئے۔ میرے جیسے اور بہت سے دل روحانی تشنگی دور کرنے والے کے دُور جانے پر بہت تڑپے۔ ربوہ کے درودیوار، سڑکوں، درختوں اور فضا کی اداسی دیکھی نہ جاتی تھی۔ اسی تڑپ کو سہتے ہوئے میں نے حضور کو خط لکھا۔ جس کا جواب حضور نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر دیا۔ اس خط سے حضور کی اہل ربوہ سے محبت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ حضورؒ لکھتے ہیں:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کے دردناک خط نے میرے دل کو پگھلا دیا جو ہر لحظہ پگھلنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ یہ بہانہ نہ ملتا تو کوئی اور بہانہ مل جاتا۔ یاد رکھیں آپ دور افتادہ ہوتے ہوئے بھی دور افتادہ نہیں ہیں۔ ربوہ کا ایک شہر وہاں بس رہا ہے تو ایک میرے دل میں بھی تو آباد ہے۔ میرا سینہ اس شہر کی روشنیوں سے روشن ہے اور اس کے رتجگوں سے منور ہے۔ میرا نہایت محبت بھرا اسلام میر صاحب اور تمام ممبرات لجنہ کو پہنچا دیں۔ مجھے کوئی بھی نہیں بھولا نہ کبھی بھول سکتا ہے۔ بچوں کو بہت پیار۔ خدا حافظ۔ اہلِ ربوہ اللہ کی رحمتوں کا سایہ سدا آپ کے سر پر رہے۔''

پھر اس کے بعد 1991 میں لندن جلسہ سالانہ پر ملاقات ہوئی پھر امریکہ اور کینیڈا کے جلسوں اور آپ کی مجلس عرفان میں شمولیت کی توفیق ملی۔ رات بارہ ایک بجے تک مجلس عرفان کی سحر انگیز محفلوں میں شامل ہوئی۔ علم وعرفان کے موتیوں سے جھولیاں بھر بھر کر لوگ بغیر کسی تکان کے ہشاش بشاش اُٹھتے اور پھر صبح جلسہ میں حاضر ہو کر آپ کی فصاحت و بلاغت کی تقریریں سنتے جس کے ساتھ مزاح کی چاشنی بھی ہوتی تھی۔ اُن دنوں کی یاد اب بھی دلوں کو گرما دیتی ہے۔ آپ پوری قوم بلکہ انسانیت کے محسن ہیں۔ آپ کی علمی، ادبی، طبی اور معاشرتی خدمات کو یاد کر کے دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اگلے جہاں میں اعلیٰ علّیین میں جگہ دے۔ آمین۔ ہمیں اور ہماری اولادوں کو اُن کی بتلائی ہوئی راہ راست پر لانے والی تحریکوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔